Title - GULSHAN GUFTAAR.

Creator - Khwaja Khan Hameed Aurangabadi
Murattib Sayyed Mohammad.

Publisher - Khursheed Press (Naya Pal).

Date - 1339 H

Pages - 74

Subjects - Tazkira Shora.

۹۲

سلسلۂ مطبوعات مکتبۂ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

ترتیب

سید محمد ایم-اے

سلسلہ مطبوعات مکتبہ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

شعرائے اردو کا قدیم ترین تذکرہ

تصنیف

خواجہ خان حمید اورنگ آبادی

مرتبہ

سید محمد ایم اے
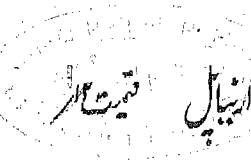
طبع اول مطبوعہ خورشید پریس یوسف بازار بھوپال قیمت ۱۲؍
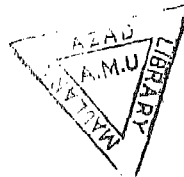
URDU TEXT BOOK

فہرست مندرجات

۴۸۶
۳۹۴

مُقدمہ

جس طرح اردو شاعری کی بنیاد فارسی شاعری پر رکھی گئی اور اس کے نمونوں کو پیش نظر رکھ کر اردو میں بھی تمام اصناف سخن کی تکمیل کی گئی۔ اردو میں تذکرہ نویسی کا رواج بھی فارسی ہی کی تقلید میں ہوا۔ شعرائے فارسی کے جو تذکرے ایران میں تصنیف ہوئے ان سے قطع نظر ہندوستان میں بھی فارسی شاعری کے چرچوں کے ساتھ اس زبان کے شاعروں کے متعدد تذکرے لکھے گئے جب فارسی زبان کو سرکار دربار کی سرپرستی اور مسلمان امرا و علما کی اسلام دوستی یا ایران پسندی کے باوجود ہندوستان میں زوال ہونے لگا اور ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول سے جو زبان عالم وجود میں آئی تھی روز بروز فروغ پانے لگی تو اردو شاعری کا جو پودا سرزمین دکن میں لگایا گیا تھا خوب پھلنے پھولنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں ایسا تناور درخت ہو گیا کہ اس کی شاخیں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔

اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری کو جو ترقی اور وسعت ابتداً دکن میں ہوئی اس کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دکن میں بہت عرصہ پہلے شعرا کے تذکرے لکھنے کا بھی چرچا ہو گا۔ عادل شاہی اور قطب شاہی

درباروں میں اردو کی سرپرستی اور بیجاپور، گولکنڈہ اور گجرات میں ار[دو]
شاعروں کی قبولیت عامہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان شاعروں کے کچھ
تذکرے لکھے جاتے مگر اس وقت تک ایسی معلومات صحت و وثوق کے
ساتھ حاصل نہیں ہوئیں اور نہ قدیم ترین اردو شاعروں کے تذکروں
کا پتہ چلا ہے۔ اس وقت عام طور پر میر تقی کے "نکات الشعرا" کو اردو
کا سب سے پہلا تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس تذکرے کا سنہ تالیف خود مولف
نے تو کہیں نہیں بتایا مگر اس کا غائر مطالعہ کرنے سے اس کے سنہ تالیف کا تعین
ممکن ہے اس کے مختلف بیانات اور دوسرے ذرائع معلومات کے باہمی مو[ازنہ]
کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تالیف ۱۱۶۵ھ میں ہوئی۔ نکات الشعرا کے علاوہ
دوسرا تذکرہ فتح علی گردیزی کا ہے یہ بھی اسی سن میں لکھا گیا ہے ان میں اول الذکر تو
کسی ناقص قلمی نسخے سے نقل کر کے انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) نے شایع کر دیا ہے اور
ثانی الذکر ابھی تک شایع نہیں ہوا اس کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد) میں
موجود ہے ایک تیسرا تذکرہ جو مذکورہ بالا تذکروں کے صرف تین سال بعد تالیف ہوا
وہ "مخزن نکات" مولفہ قائم چاندپوری ہے اور دو تذکروں چمنستان شعرا (۱۱۷۵ھ) اور
گلزار ابراہیم (۱۱۹۸ھ ہجری) پر بارہویں صدی ختم ہو جاتی ہے۔
یہ حالت موجودہ یہی اردو کے قدیم تذکروں کا ذخیرہ ہے یہ تمام تذکرے
جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بالکل فارسی تذکروں کی تقلید میں لکھے گئے ہیں۔ فارسی
کی تقلید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ یہ تمام تذکرے اردو شاعری کے ہونے

---

۱ چمنستان شعرا اور تذکرہ گردیزی کے دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بعض جگہ عالی
شعرا میر، اور اکثر جگہ اشعار [illegible]

لے باوجود فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں ان سے اردو شاعری کے آغاز
و ارتقاء عہد بہ عہد کی تبدیلیوں اور مختلف دوروں کے میلانات وخصوصیات
وغیرہ پر کوئی بصیرت افروز روشنی نہیں پڑتی اور وہ تمام چیزیں جو کسی ملک
کی شاعری کی تاریخ میں پائی جانی چاہییں تقریباً مفقود ہیں اکثر و بیشتر
صورتوں میں تذکرہ نویسوں نے شاعروں کے نام معمولی حالات زندگی اور
پیدائش و وفات کی تاریخیں بھی توجہ اور صحت سے بیان نہیں کیں۔ تذکرہ نویسی
کا زیادہ تر مقصد یہ ہوتا تھا کہ مختلف شاعروں کے پسندیدہ کلام اور عمدہ اشعار
کا ایک گلدستہ مرتب کر دیا جائے۔ بعض قدیم اور اکثر متاخر تذکرہ نویسوں نے بالکل
تذکرہ نویسی کے اصل مقصد سے ہٹ کر مختلف شاعروں کے اشعار اپنی بیاض
میں نقل کر لیے اور اشعار سے پہلے بطور تعارف چند فقرے شاعر کی نسبت اضافہ
کر دیے۔ پس اسی کا نام تذکرۃ الشعرا رکھ دیا۔

تذکرے کی ترتیب اکثر حروف ہجا کے سلسلے پر ہوتی ہے۔ بعض نے اس کا
بھی لحاظ نہیں رکھا اور بغیر کسی خاص ترتیب کے مختلف مقامات اور مختلف دوروں
کے شعرا کا یکے بعد دیگرے حال لکھ دیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تذکروں میں صرف
ایک "مخزن نکات" ایسا تذکرہ ہے جس کے مولف نے سلیقے سے اردو
شاعری کے تین دور قرار دیے ہیں اور متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے
تین طبقے قائم کر کے ہر طبقے کے شعرا کو پیش کرنے سے پہلے اس پر ایک سرسری سا
نوٹ بھی تحریر کیا ہے۔ شمس العلما پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے تذکرے
"آب حیات" میں بالکل اسی کی نقل کی ہے اور تقریباً قائم چاندپوری ہی کے

نوٹوں کو پھیلا کر اپنے تذکرے کے پہلے تین دوروں کی تمہید مرتب کی ہے۔ تذکروں کے ان نقایص کے باوجود موجودہ حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ متعلمین ادبیات اردو انہی کے منتشر بیانوں سے تاریخی اسناد کا کام لیں۔ ان تذکروں کو من وعن شایع کردیا جائے تو ان کے مطالعہ اور باہمی تقابل تطابق سے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ تذکرہ نویسوں نے اکثر صورتوں میں شاعروں کے حالات کی بجائے اُن کی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے اور کہیں کہیں بے لاگ تنقید اور مفید رائے بھی لکھدی ہے مبالغہ آمیز تعریفوں سے قطع نظر کرکے ایسی رایوں اور تنقیدوں سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز اردو مطابع کی خرابی اور غلط سلط چھپتے دیوانوں کی اشاعت نے قدیم شعرائے اردو کے کلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اور مشہور اساتذہ کے کلام میں اس وقت جو تحریفیں اور الحاقی اشعار نظر آتے ہیں ان کی صحت و درستی میں بھی ان تذکروں سے بڑی مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہمارے تذکرہ نویسوں کا مطمح نظر زیادہ تر اچھے کلام کو جمع کرنا تھا۔

ان صفحات میں جس تذکرے سے روشناس کرایا جارہا ہے وہ اسی سلسلہ کی نہایت اہم کڑی ہے اور موجودہ تذکروں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے سب سے قدیم تذکرے نکات الشعرا اور تذکرۂ فتح علی گردیزی کے ساتھ ۱۱۶۵ھ میں تالیف ہوا ہے[1] اس کا نام گلشن گفتار مصنف کے اعلیٰ ذوق اور پاکیزہ وجدان کی

---

[1] یہ تذکرہ ہمیں مولوی علی رضا صاحب ماہر شیرازی لکچرار فارسی سٹی کالج کی عنایت سے ملا تھا جس کی نقل لیکر اس کو شایع کیا جارہا ہے ۱۲

زبان حال سے تعریف کرتا ہے داخلی شہادتوں کے علاوہ اس کے سن تالیف
کی توثیق ذیل کے قطعہ تاریخ سے جو مولف کے دیباچے میں مندرج ہے غیر مشتبہ
طور پر ہوتی ہے۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید — ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کرکے دل — کہا "گلشن بزم گفتار ہے"

وادین کی عبارت سے بحساب جمل (۱۱۶۵) برآمد ہوتے ہیں۔
صاحب تذکرہ نے نہ تو اپنا حال لکھا ہے اور نہ اپنے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے،
ہمیں دوسرے ذرائع سے بھی اس کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ گلشن گفتار کے دیباچے
اور متن کے بعض حصوں میں ضمناً اس نے اپنا جو ذکر کیا ہے اس سے صرف یہ
معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خواجہ خاں اور تخلص حمید ہے۔ باپ کا نام ترکتاز خاں
قوی جنگ اور دادا کا یکہ تاز خاں تھا وہ عارف الدین خاں عاجز کا تربیت یافتہ
اور شاگرد ہے ان کے فارسی اور اردو دیوان اسی نے مرتب کیے تھے اور اس کا
ذوق شاعری بالکل عاجز کا مرہون منت ہے خود اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ازانجا کہ ایں احقر با ایشان (عارف الدین خاں عاجز) صحبت
تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں۔ اکثر قصاید بے نقط
وغیرہ معہ غزلیات دیوان ترتیب دادہ و اشعار متفرقہ ہندی
نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب ساختہ"

جہاں تک داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے خواجہ خاں حمید
اورنگ آباد کا باشندہ تھا اور وہاں کے کسی امیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

عاجز کے ذکر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ جب وہ اورنگ آباد خجستہ بنیادؐ میں اقامت گزیں ہوئے ان سے اس کی راہ و رسم پیدا ہوئی علاوہ ازیں برہان پور کے ایک شاعر مرزا ابدال بیگ سے اپنے تعلقات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور، واز مدتے در رفاقت احقر ہستند" اسی طرح عبدالولی عزلت کے ذکر میں لکھتا ہے کہ "در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ" اس کا یہ طرز تحریر اس کے اورنگ آبادی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ ہمارے ذرائع معلومات سے اس کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ دیباچے کے قطعہ تاریخ اور چند ادبیات حمد و نعت (جن میں بعض دوسرے مشہور شاعروں کے بھی ہیں) کے سوا سارے تذکرے میں صرف ایک جگہ "از نتیجہ احقر خواجہ خاں" کہہ کر یہ شعر لکھا ہے:۔

زلف خم ہو کے لٹک جان کے سب کان میں رات
مو بمو کھول کہے حال پریشاں میرا

دیباچے ہی میں "تعریف تالیف" کے ایک ذیلی عنوان سے شعر و سخن کی تعریف کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وہ بچپن سے شعر کا شیدائی تھا جب کبھی دنیا کے مکروہات سے تھوڑی سی فرصت مل جاتی شعرائے سلف کے کلام کے مطالعہ سے خوش دل ہوتا

اور اکثر و بیشتر اپنے دل و دماغ کو شاعرانہ ماحول میں
رکھتا اسی ذوق سخن نے اسے تذکرہ نویسی پر ابھارا۔ فارسی کے سخن طرازوں
کے متعدد تذکرے موجود تھے اور اس موضوع پر قلم اٹھانا تحصیل حاصل تھا
اس لیے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا اُس کے طرز بیان سے صاف
طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے
پر توجہ نہیں کی وہ اپنے تذکرے کو اردو شعرا کا پہلا تذکرہ بتاتا ہے وہ میر تقی
اور فتح علی گردیزی کے تذکروں سے قطعاً بے خبر ہے اور یہ کوئی تعجب کی
بات نہیں۔ اس زمانہ میں ایک سن کی دو تصنیفوں کے مصنفوں کا بروقت
ایک دوسرے سے واقف ہونا محال نہیں تو بعید مشکل ضرور تھا۔ وہ میر تقی
کی تذکرہ نویسی سے قطع نظر ان کی شاعری سے بھی بالکل ناواقف ہے۔ غالباً
اس زمانہ (۱۱۶۵ھ) میں میر تقی کی شاعری کے اصلی جوہر چمکے نہیں تھے انھیں
دلی اور اس کے قرب و جوار کے مقامات کے سوا دکن اور ہندوستان کے
دوسرے صوبوں میں ابھی کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

گلشن گفتار اگرچہ بہت مختصر تذکرہ ہے اور اس کے ہمعصر تذکروں کے
مقابلہ میں اس کی فہرست مندرجات میں تیس سے زیادہ شاعروں کے نام
نہیں لیکن اپنے زمانہ تصنیف اور بعض خاص اطلاعات کی بنا پر نہایت اہم
اور مفید ہے اس کے تیس شاعروں میں سے سترہ دکن کے شاعر بتائے گئے ہیں
ایک کے متعلق ہمیں شبہ ہے اور سولہ بلاشک و شبہ خاص دکن کے شاعر ہیں
ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے ذکر سے دوسرے تمام تذکرے خالی ہیں۔ ولی

اور اس کے مضافات کے جو شاعر اس تذکرہ میں پیش کیے گئے ہیں وہ اردو کے ابتدائی شاعر ہیں اور آب حیات کے دور دوم و سوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

قدیم شعرائے دکن کی نسبت اول تو موجودہ تذکروں میں بہت ہی کم مواد ملتا ہے کیونکہ ان کے مصنف اکثر شمالی ہند کے باشندے ہیں اور وہ شعرائے دکن کے حالات و کمالات شاعری سے تقریباً بے خبر ہیں۔ صرف ایک چمنستان شعرا کے سوا جس کا مصنف اورنگ آباد دکا باشندہ تھا، میر تقی فتح علی گردیزی اور قایم چاندپوری کی اس خصوص میں تمام تر معلومات سید عبدالولی عزلت کی بیاض اور چند زبانی روایتوں پر منحصر ہیں۔

جس وقت میر تقی اور فتح علی گردیزی اپنے تذکرے تالیف کر رہے تھے سید عبدالولی عزلت بہ سلسلہ سیاحت دہلی میں وارد تھے اور اپنے شاعرانہ ذوق کی وجہ سے باوجود اجنبی ہونے کے دہلی کے مشاعروں وغیرہ میں برابر شریک ہوتے تھے اور وہاں کے شعر گویوں میں بڑی ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ میر تقی نے تو بالکل انکی بیاض کے متفرق اشعار اپنے تذکرے میں نقل کر لیے ہیں اور اُن متفرق اشعار کا اپنے عہد کے شاعروں کے کلام سے مقابلہ کر کے تحقیق و تجسس کی زحمت اٹھائے بغیر یہ رائے دیدی کہ "اگرچہ ریختہ در دکن است چوں از انجا یک شاعر مربوط بر نخو استہ لہذا شروع بنام انہا نہ کردہ"

شعرائے دکن کی نسبت تذکروں کی ناقص معلومات کے مد نظر گلشن گفتار کی اطلاعات اس لحاظ سے کہ اس کا مولف خود دکن کا باشندہ تھا اور اکثر

دکنی شاعروں سے شخصی طور پر واقف تھا زیادہ مستند و معتبر ہیں۔ جن دکنی شاعروں کا ذکر دوسرے تذکروں میں قطعاً مفقود ہے ان کے متعلق اس تذکرے کے بیانات سے اہل تحقیق کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ عادل شاہی دربار کے ملک الشعرا ملا نصرتی کا چمنستان شعرا کے سوا کسی اور تذکرے میں ذکر نہیں۔ گلشن گفتار سے یہ اطلاع حاصل ہوتی ہے کہ وہ مدالت ہندی (گلشن عشق) کا مصنف تھا اور دربار شاہی سے اس کو ملک الشعرا کا خطاب ملا تھا۔ ولی اورنگ آبادی کے ذکر سے قدیم اور جدید کوئی تذکرہ خالی نہیں مگر تقریباً ہر ایک دوسرے سے کسی نہ کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے۔ باوجود اس کثرت معلومات کے اب تک ولی کی نسبت بہت سی باتیں حل طلب ہیں کلیات ولی کے فاضل مرتب مولوی احسن مارہروی نے بڑی تلاش و جستجو کے ساتھ دیوان ولی کے متعدد نسخوں کے مطالعہ اور مقابلہ اور کم و بیش تمام مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ تذکروں کے بیانات پر محققانہ نظر ڈال کر جو کلام اس کے نام سے منسوب کیا ہے اور جو حالات اس کے بیان کیے ہیں۔ دونوں میں بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور بعد میں مختلف اصحاب نے جو تحقیقاتیں کی ہیں ان سے بہت سی نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ آج بھی کئی چیزوں کو بالکل منفصلہ اور مسلمہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ ولی کے نام کے متعلق تذکروں میں شدت سے اختلاف ہے بعض صاحبان تذکرہ نے اس کا نام ولی اللہ بتایا ہے۔ بعض نے شمس الدین ولی اللہ۔ چمنستان شعرا میں محمد ولی لکھا ہے اور گلشن گفتار میں ولی محمد۔ یہی دو نام موجودہ تحقیقات میں زیادہ

قرین قیاس تسلیم کیے گئے ہیں گلشن گفتار میں بعض اور تذکروں کی طرح ولی کو احمد آبادی لکھا ہے مگر یہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ اورنگ آبادی تھا ولی نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گجرات ہی میں بسر کیا وہ احمد آباد میں توطن اختیار کر چکا تھا اور اس کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ اپنے اشعار میں اکثر جگہ گجرات کا اس شیفتگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا اصلی وطن تھا کسی سفر میں ایک مثنوی تمام وکمال سورت گجرات کے فراق میں لکھی ہے جکے ایک ایک شعر سے اس شہر کے ساتھ اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے غالباً اس بنا پر گلشن گفتار اور دوسرے تذکروں کے مولفوں نے اس کو احمد آبادی اور گجراتی سمجھ لیا ہے۔ ولی کے متعلق ایک خاص اطلاع جس کا کسی اور تذکرے میں بالکل ذکر نہیں یہ ہے کہ اس نے ایک عرصہ تک برہان پور میں بھی قیام کیا تھا ولی کی طالب علمانہ زندگی پیرزادہ سید معالی کے ساتھ اس کی دوستی صحبت اور عمر طبعی کو پہنچکر گجرات میں انتقال کرنے کے واقعات بھی موجود ہیں

ولی کے ہمعصر اور بالخصوص اس کے ہم مجلس شعرا کا ذکر کسی تذکرہ میں بھی نہیں "گلشن گفتار" میں اس کے دو شاگردوں کا حال درج ہے اور یہ ایک بالکل نئی اطلاع ہے۔ ولی نے اپنے اشعار میں بعض دوسرے شاعروں کے تخلص کے اظہار کے ساتھ کبھی کبھی ان کے شعروں کی تضمین بھی کی ہے اور اس بنا پر بعض شاعروں کو صاحبان تذکرہ نے اس کے معاصرین بتایا ہے۔ چنانچہ ولی نے ایک جگہ اشرف کے ایک مصرع پر تضمین کی ہے ؎

اشرف کا یہ مصرع ولی مجھ کو ہوا دل بستہ | الفت ہے دل وجان کو مرے یم نگر سوں

چمنستان شعرا کے مولف نے اس کو نقل کرکے محض قیاساً لکھدیا ہے کہ "اشرف
از معاصران ولی است چنانچہ ولی جائے مصرع اور تضمین می نماید"
گلشن گفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشرف گجرات کا باشندہ اور ولی کا شاگرد
تھا اس کا کلام نواح گجرات میں بہت مقبول تھا۔ بڑا رنگین طبع شاعر تھا۔
اس کا دیوان مدون ہو چکا ہے ولی کا دوسرا شاگرد محمد رضی رضیؔ ہے۔
یہ بھی گجراتی اور احمد آباد کا باشندہ ہے۔ اشرف اور ولی دونوں ایک ساتھ
مشق سخن کیا کرتے تھے اور اکثر ایک ہی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ بطور
نمونہ دونوں کا جو کلام اس تذکرے میں نقل کیا گیا ہے وہ بھی ہم طرح غزلیں
ہیں غالباً ولی کی کلیات میں بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے اور معلوم
ہوتا ہے کہ یہ غزلیں کسی مشاعرے میں پڑھی گئی تھیں یا اپنے استاد کی
تقلید میں دونوں شاگردوں نے بھی اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔
ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری ام اے پی ایچ ڈی (لندن) کو جامعہ
اڈنبرا کے کتب خانہ میں دکھنی مرثیوں کا ایک بڑا مجموعہ ملا ہے اس پر آپ نے
جو محققانہ مقالہ تحریر کیا ہے وہ رسالہ اردو ۳۵ء میں شایع ہو گیا ہے۔ آپکی
تحقیقات میں اشرف اور رضی دونوں کے مرثیے بھی معلوم ہوئے ہیں۔
اشرف کے تیرہ مرثیے ہیں اور کل اشعار کی تعداد (۱۳۵) ہے (۱۹) شعر کا
ایک فارسی مرثیہ بھی ہے۔ ڈاکٹر زور قادری نے ان مرثیوں کا مطالعہ کرکے
یہ رائے لکھی ہے کہ اڈنبرا کے مجموعہ مراثی میں جن شاعروں کے مرثیے ہیں ان میں
اشرف اول درجہ کے مرثیہ گویوں میں شمار ہونے کا مستحق ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ اس کی مرثیہ گوئی کا سارے دکن میں شہرہ تھا۔ ایک جگہ کہتا ہے:۔

کہیا ہوں بے بدل یو مرثیہ جب سو اماموں کا
ہوا مشتاق ہر اک شاعر ملک دکن میرا

رضیؔ کے بھی اس مجموعے میں (۹) مرثیے ہیں جن کے اشعار کی مقدار (۸۷) ہے۔ رضی نے اپنے مرثیوں میں خواجہ حافظ شیرازی کی بعض غزلوں کو تضمین بھی کیا ہے اس کے بعض مرثیے غزل کی وضع کے ہیں۔ مرثیوں میں غزلیت کا انداز بتاتا ہے کہ وہ ضرور ایک غزل گو شاعر تھا۔

ہمارے پاس ابھی اس بات کے تسلیم کرنے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ یہ اشرف اور رضی بلاشبہ وہی ہیں جو ولی اورنگ آبادی کے شاگرد تھے کیونکہ محولہ بالا مجموعہ میں کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں کہ ان کے زمانہ حیات کا تعین کیا جا سکے یا ان کے حالات اور مقام سکونت وغیرہ کا پتہ چل سکے۔ گجرات میں بھی زمانہ قدیم سے گولکنڈہ اور بیجاپور کی طرح غزل، قصیدہ مثنوی کے ساتھ مرثیہ گوئی کا رواج تھا خود ولی سے بھی چند مرثیے منسوب ہیں ان حالات میں اس کا قوی امکان ہے کہ یہ مرثیہ گو اشرف اور رضی وہی ہیں جو ولی کے شاگرد تھے۔

ایسے دکنی شاعروں میں جو کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں چار شاعر (۱) سید اعظم اعظمؔ (۲) میر محمد قایم قایمؔ (۳) میر محمد کامل کاملؔ اور (۴) مرزا ابدال بیگ ابدالؔ برہان پور کے ہیں۔ برہانپور اورنگ آباد سے قریب کسی زمانہ میں اردو شاعری کا ایک مرکز رہ چکا ہے۔ اس وقت تک

یہاں کی بزم شعر ا ء کا کوئی علم نہیں۔ صرف اس تذکرے میں ان چار قدیم شاعروں کے ذکر سے گمان ہوتا ہے کہ اس مقام کا بھی اردو شاعری کی نشو ونما میں کوئی حصہ ہے۔ برہان پور کے ان شاعروں میں کامل بڑا مرثیہ گو ہے۔ کتب خانہ جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں قایم نے بھی تین مرثیے ہیں جنمیں کل (۹۷) ابیات ہیں۔ ڈاکٹر زور قادری کا بیان ہے کہ تینوں مرثیے اچھے ہیں اور شہادت کے تفصیلی واقعات بیان کرنے میں میر انیس کی طرح اس نے بھی مکالمے کی طرز اختیار کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی قایم برہان پوری ہو۔

ایلچ پور یا ایلچ پور (برار) کے دو شاعروں رسا اور الفت کا بھی اس تذکرے میں ذکر ہے اول الذکر کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں وہ بالا پور متصل ایلچ پور میں رہتا تھا وہیں اس نے انتقال کیا اور اس کا مزار بھی اسی مقام پر ہے اس کا دیوان مرتب ہو گیا تھا۔ آخر الذکر کا ذکر چمنستان شعرا میں برائے نام اور تحفتہ الشعرا مولف افضل بیگ قاقشال میں ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ گلشن گفتار اور تحفتہ الشعرا کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام آقا امین یا آقا محمد امین ہے۔ اس کے والد کا نام حکیم محمد نقی خاں تھا۔ اور وہ امیر الامرا سید حسین علیخاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں امارت کو پہنچکر انتقال کر گئے۔ امین نے باپ کے مرنے کے بعد بجائے منصب و جاگیر کے لئے تگ و دو کرنے کے جو کچھ یومیہ مقرر ہو گیا اسی پر قناعت کرکے ایلچ پور میں مستقلاً اقامت اختیار کی۔ وہ عربی زبان کے علاوہ حدیث و فقہ میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ نظم و نثر دونوں کی تحریر پر قادر تھا۔

اس تذکرے میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اکثر شاعروں کی ایک
یا دو غزلیں تمام وکمال پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے تذکروں کی طرح صرف
متفرق اشعار نہیں لیے گئے۔ بعض شاعروں کے ذکر میں انکی مثنویاں مخمس
وغیرہ مسلسل کلام بھی ملتا ہے۔ دوسرے تذکروں میں مسلسل کلام کو شاذ ہی
انتخاب کیا گیا ہے۔ حاتم کے ذکر میں غزلوں کے علاوہ حقہ پر ایک مثنوی
پوری نقل کی ہے جو کسی اور تذکرے میں نہیں ملتی۔

متعلمین ادب کی سہولت اور شعرا کے سوانح حیات کا تمام ممکنہ مواد
یکجا فراہم کرنے کے لیے ہم نے ہر شاعر کی ضمن میں نکات الشعرا، تذکرہ فتح علی
گردیزی، مخزن نکات، چمنستان شعرا، گلزار ابراہیم اور تحفۃ الشعرا میں جو
معلومات درج ہیں انھیں نقل کر دیا ہے۔ تذکرہ فتح علی گردیزی تحفۃ الشعرا
اور گلزار ابراہیم تینوں غیر مطبوعہ ہیں اور اب تک ان کی اطلاعات عام نہیں
ہوئیں۔ عزلت کے ذکر میں علامہ آزاد بلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد کا بیان
بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ ان بیانات کے باہمی مقابلہ سے ناظرین اندازہ لگائینگے
کہ ہر شاعر کے متعلق ایسی معلومات بہ آسانی حاصل ہوتی ہیں جن پر کوئی ایک
تذکرہ پورے طور سے روشنی نہیں ڈال سکتا اس سے بہت سے ابہام اور شبہات جو
انفرادی طور پر تذکروں میں پائے جاتے ہیں ان کا بھی اندفاع ہو جاتا ہے فقط

سید محمد

۳۰ بہمن ۱۳۲۹ ف
گھانسی بازار حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچه

محمدت ایزدی که زبان فصحای عالی فطرت والاخبرت بتقریر شمهٔ آن عاجز و قاصر و مکرمت الهی که به بهترین امثال شامل حال سوداقرجان شیدا طینت ظاهر و باهر چه نیرنگی خامه بریده زبان که بتحریر نقطه آن حرف جرأت زند و چه یارای لسان ناقص البیان که بادای شکرش سخنی بعبرت گوید عزلت نشینان گوشه سخنوری و دانائی بذکر مراتب بیانش مقر قصور و نادانی و آزاد صفتان کوی معرفت و بینائی بدریافت صفات استغنائش حیرت افزای آئینه حیرانی. زهی حجاب و الایش که هیچ فکر رسا و طبع بینا تصور نتوان نمود و چه صفات کبریائش که هرگز به افکار موزون و افکار بلند مضمون به ادای حرف آن لب نتوان کشود. هرکه در این راه خاک عجز و انکسار تبارک زد ابرو یافت و کسی که محاذی وجود واجبش خود را محو فنا دید جان جانان گردید

رباعی

ذاتش زکمال اهل عرفان بیرون　　وصفش ز قیاس جن و انسان بیرون

زیں مرحلہ ہیچکس بمنزل نہ رسید — بگذار قدم ازیں بیابان بیروں

نعت محمدے کہ مستوجب سعادات سرمدی وماورائے طاقت بشریت

چگونہ بذکر آں عنوان کلام را رونق افزائیم کہ مقدسان ملاء اعلیٰ با دراک ادنیٰ
مرتبہ صفاتش متحیر وعاری ومعاشر الانبیا والرسل علیہم السلام بنارسائی کماہی حقیقت
نعوت والایش بہ کمال خجالت وشرمساری سلطانے کہ حاتم زلہ ربائے خوان
احسان اوست خسروے کہ از ذروۂ عرش بریں تا حضیض زمین تمام مطیع
فرمان سراج وہاج دین متین قصر نہ رواق طارم را نور آگیں ساختہ وقاسم
انوار شریعت غرایش محافل دلہائے اہل تقوی را منور گردانیدہ داود بہ حلقہ
زرہ بافان سرکار اوست وسلیمان بزمرۂ عصا برداران دربار او کسیکہ مدام
جویائی نور شفاعت اوست نیکوست وہر کہ بے وسیلہ محبتش طالب سعادت
برکات سرمدست بدست ولی ازلی بے اجازت او اگر حرفی بزبان آرد واجب
التعزیر گردد وفراق محبت حقیقی بے شرائع او اگر ہوی کشد مستوجب تشہیر شود
دانائے کہ تہذیب بکمال فراست وفرہنگ است بہ جناب مستطاب اصحاب
والایش یکرو ویکرنگ است

مثنوی

شہی ور لشکری سردار عالم — فروغ شمع دیں نور مجسم
بہ ظاہر مظہر نور الٰہی — بہ باطن نور وست ازمہ تا بماہی
منور ساز کاخ لامکانی — چراغ دودمان انس وجانی
سریر آرائے چرخ لاجوردی — بہ رفرف زد قدم از نابیروی
ترا شمع وفانوس است آفاق — بہ شہود شمس نور و قندیل است نہ طاق

بدل داغ تو لالیش تمنا است　　تنم را درد او عین مداوا است
بران بخشندهٔ ارباب حاجات　　ز من ایزد رساند صد تحیات

تعریف تالیف

برخاطر قدسی مظاهر صائب فکرتان گلشن طبیعت اطهر و انور راست
که اولیائے عظام و علمائے ذوی الافهام و شعرائے افصح الکلام هیچکس از ذکر
شعر و سخن زبان نه بسته و شخصی به اهانت و مذمت این فن لب نکشوده همواره
به این دریائے گهر زائے آشنا بوده لآلی آبدار اشعار از بطن صاف صدف
دلها بگوش هوش ارباب ذکا رسانیده اگر بایزید بسطامیست باین کمال
مشهور دنیاست و اگر ابراهیم ادهم است تشنگی ازاین آب دودم است
اگر بهاء الدین عاملیست قطعه سنجش جبلیت و اگر حافظ شیراز است ابواب
معانی به خاطرش باز است - بیت

درتن خاکی ما این سروسامان سخن است　　دل سخن دیده سخن سینه سخن جان سخن است

لهذا من جرعه چش صهبائے سخن مینے سخنجان خواجه خان بن ترکتاز خان
بهادر قومی جنگ بن یکه تاز خان غفر الله لهما مسمی به تخلص حمید نیز به احیائے
سنن سلف مدام به جام سخنوری مست و سرشار بوده و به افکار رنگین نا هنجار
بیزار گردیده و ذکر اشعار روشن فکرتان معانی ادایان فصیحت مداوم فکر
سنجان هوش بخش مسرت افزا غنیمت می شمارم لیکه از فیض سخن شوکتها
یافتم مین خاطر را نزهت بخشیدم دل را از افکار متلاشی غمی ساختم و طبیعت
را از کشاکش خلائق بے نیاز گردانیدم خواستم که شغلی پیش گیرم تو تذکرة الشعرا

نوشتیم لیکن چوں عبارت ارایان معنے طراز اکثر تذکرہ الشعرای فارسیہ بخیطۂ تحریر درآوردہ اند تالیف آں تحصیل حاصل می انجامد بنابرایں تذکرۃ الشعرائے ہندیہ ترتیب دادم و بہ مضامین تازہ و لہذا گلشن گلشن ساختم و نامش گلشن گفتار نہادم۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید — ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کرکے دل — کہا گلشن بزم گفتار ہے"
۱۱۶۵

بیت

نوشتم بسکہ از نوک قلم اشعار رنگیں را — سیاہی رنگ گل گردید و کاغذ ارغوانی شد

ہر حرفی کہ دروے مندرج گشتہ نوکش ناخن زن سینہاے خیال است و دامن اش گرد افشاں چہرہ ہلال و ہر بیت کہ دراں منضبط گردیدہ روشن مضمونی تجلی افروز شعلۂ طور است و بہاں شجرۂ طیبہ پرنور ہر مصرعش عصاے موسی است و ہر صفحۂ قرطاسش چوں ید بیضا اگر فرد انتخابی آنرا مسیحا بہ خاطر آورد و از خورشید بہ ونقطہ انتخاب گزارد یک بیت شنویش اگر حاتم تصور نمودے برونمائی آں بندہ ہزار بدرہ گوہر ایثار کشودے ریختہ ہاے بلند مضامینش از تلاطم بریں آب گوہرہاے پرویں بزمین ریختہ و تا مند شکلیں رباعیں بقصر نور در آویختہ وام ہر سطر شش بید لانرا اسیر میسازد و رمز ہر سخنش در دلہا تاثیر میکند مثنوی

ہر ورقش صفحہ نورانی است — ہر سخنش لعل بدخشانی است
مثنویش بسکہ پر از گوہر است — مصرع ہر بیت چو سلک در است
چرخ کہ گوہر بجود آو سخت — بر سر ہر ریختہ اش ریختہ

تازه معانی که به الهام یافت — هر سخن آرا همه ایهام یافت

لطف دگر هست بدو معنیین — دوست تر است اهل سخن را ز عین

منکه دریں تہ چمن سبز فام — گشته ام ایں شاخ ز نخل کلام

برگ بہارش همه فردوسی است — در قدمش حور بپا بوسی است

دارم امید از کرم کبریا — کاں رطبی آرد و ماند بجا

خاتمه - اسم بامسمی که احوال و اشعارش در وسط کتاب که خیر الامور اوسطها واقع است انشاء الله تعالی مذکور خواهد شد بالفعل نظر به پاس حمد الٰهی و نعت جناب ختم المرسلین حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم و منقبت ائمہ معصومین المطہرین علیہم السلام ابیات چنداں سعادت مند قبول از اقوال شعرائے متقدمین مرقوم قلم می گردد مثنوی -

الٰہی داغ سیں دل کو جلا دے — برہ کی آگ مجھ تن میں لگا دے

جلا جیوں پھلجھڑی مجھ ناتواں کو — شرر لبریز کر ہر استخواں کوں

فنا کر عشق میں یہ جان بے تاب — کہ جیوں آتش میں گھٹ جاتا ہے سیماب

رہے منظور اک معشوق کی ذات — بطوف کعبہ و سیر خرابات

بہ آب مئی نہانا آرزو ہے — نمازِ بےخودی کا یہ وضو ہے

پڑے ہیں زخم بیتابی کے ناسور — بآب تاک دھو مجھ دل کے انگور

کہ ہو مست آپ سیں یکبار جاؤں — پیمبر کی صفت کرنے کو دھاؤں

محمد صاحب ایجاد امکاں — کہ جس کی شان میں آیا ہے قرآں

سر و سردار جگ کے سروروں کا — جماعت دار سب پیغمبروں کا

رکھے ہیں جس کے دروازے پہ موتی — سعادت جان دربانی کا عاصا

مسیحا ناک گھس تجہ آستاں پہ — دماغ اپنا چڑھایا آسماں پہ

گئے سب انبیا اس آرزو میں — ردا اس رنگ کی کملی کسو میں

اوتر سدرہ سیتی ہر پیر جبرئیل — کیا علم حقیقت خوب تحصیل

سر پر سرور پایا سلیماں — چلا جن و پری پر اس کا فرماں

وہی تھا نور تیرا سات اس کے — انگوٹھی نام کو تھی ہات اس کے

سلایا خاک میں اعدائے دیں کو — جگایا دین ختم المرسلین کو

نہ اس کے ہات سیف [illegible] زباں ہے — شجاعت اور تہور تو عیاں ہے

نبی بوجھ اس کا دوش اوپر سنبھالا — ہوا رتبہ امامت کا دو بالا

قلا خیبر اٹھایا پھنکا [illegible] اشور — ید اللہ نے دکھایا معجزا زور

قلا گھر توڑ کر [illegible] لڑائی — ہزیمت کافراں خندق پہ کھائی

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ — نبی کے گھر کی یہ بارہ دری دیکھ

خدا کے نور کا مست کر [illegible] — نبی چودہ رتن کاڑے ہیں باہر

اگر فہمیدہ حکمت آشنا ہے — اسی نسخے میں چودہ بند یا ہے۔

نبی کی آل پر سیں وار جانا — اسی بارہ پلے سیں پا رجانا

نصرتی

دکنی، متوطن بیجاپور، موسوم بہ تخلص نصرتی کہ نسخہ دلالت بہ زبان ہندوی بہ نزاکت تمام بہ مضامین پر اسرار انجام ترتیب داده، چنانچہ از بادشاہی

خطاب ملک الشعرائی یافتہ در تعریف زلف دوست خوب از ریختۂ اوست ؎

جب سے چھپایا تونے تری زلف کی کڑی [۵۱] | تب سیں نوی کی یک منہی انی رہے پڑی
دو ناتیاں کا ہار نہ تھا ناف کے اوپر | زمزم کی جیوں کو لگی تھی رہٹ کھڑی

از ریختۂ احقر خواجہ خان ؎

زلف خم ہوکے لٹک جان کے سکان میں آئی | موبمو کھول کہے حال پریشان میرا

و از نصرتی در تعریف مدمالتی از قصہ مذکور است

اتنے نرم و نازک رنگیلی کے پانوں | اٹھے حبیب پر نقش لینے میں ناؤں

---

[۵۱] پیچ [۵۲] ؟ [۵۳] گرہ [۵۴] ؟ [۵۵] کنواں [۵۶] چرخی [۵۷] اتنے [۵۸] زبان [۵۹] نام

شاعرے بود فصیح البیان و از زمرۂ دکن زبانان شیریں زبان با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت و ہر چہ پیدا می کرد نصف آں برائے خرچ فقرا می گماشت۔ اشعار او اکثر مضامین تازہ دارد و معنی بیگانہ را بہ الفاظ آشنا می سازد۔ اگرچہ الفاظش بطور دکنیان بر زبانہا گراں می آید اما خالی از لطیفہ و لذتے نیست نقلیست کہ روزے شاہ میر نام فقیرے نزد نصرتی آمدہ سوال کرد نصرتی چیزے باو داد۔ فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود بخواں۔ نصرتی ایں بیت را کہ ہماں روز بہ فکر آوردہ بود خواند ؎

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدھی کو | زمیں کی ترا ہٹ میں بولا ندی کو

فقیر بداہتہً بجواب او خواند ؎

نہیں ظاہر کیے چھپتی موسے کو | زمیں کی (۔ ۔ ۔ ۔) بولا ہوں کوسے کو

نصرتی ہم بیحد آمد و شاہ میر را تا سہ روز بہ چاہ آویخت۔

(چمنستان شعرا صفحہ ۳۲۲)

ولی (۲)

ولی - ولی محمد - احمد آبادی - عجب فکر رسائے داشت و دیوان دلچسپ رنگینے طرح نمودہ - اکثر اوقات خود در طلب علم گزرانیدہ - در بلدہ دارالسرور برہان پور نیز مدتے سکونت داشت و بجانب میاں سید معالی کہ از مشایخ زادہا گجرات بود تلمیل تمام داشت دیوان مشہور و معروف دارد - آخر عمر در گجرات وفات نمود ریختہ -

---

۱- ولی شاعر ریختہ از خاک اورنگ آباد است - می گویند کہ در شاہجہاں آباد دہلی نیز آمدہ بود - بخدمت میاں گلشن صاحب رفت - و از اشعار خود پارۂ خواند - میاں صاحب مود این ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت از کمال شہرت احتیاج تعریف ندارد و احوالش کما ینبغی معلوم من نیست (نکات الشعرا صفحہ ۹۴)

۲- ولی مظہر کمالات خفی و جلی محمد ولی اورنگ آبادی (؟) در دکن چہرۂ ہستی افروختہ و زیور شعور دولت معنی اندوختہ کمان پیر ز در سخن را بہ نیروئے فکر نت کشیدہ و ناوک اندیشہ اش بہ ہدف معنی رسیدہ - ہر چند اشعار آبدارش زیب صفحہ لیل و نہار است و گوشوارہ سوامع سخن سرایان روزگار لیکن بنا بر المرلم (؟) بہ تحریر بیتے چند بہ ایجاز و اختصار پرداخت (تذکرۂ فتح علی گردیزی قلمی)

۳- شاہ ولی اللہ ولی تخلص شاعرے است مشہور مولدش گجرات است گویند بہ نسبت فرزند شاہ وجیہہ الدین گجراتی کہ از اولیائے مشاہیر است افتخار داشت در سن چہل و چہار از جلوس عالمگیر بادشاہ ہمراہ میر ابوالمعالی نام سید پسرے کہ دلش

خوبیٔ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں　　بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں
جیوں نسیم اب لگ سکے روحی مجھے حاصل نہیں　　کس طرح اس غنچۂ نبستہ قبا کو وا کروں

فرنقیۂ او بود بجہاں آباد آمدہ گاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط و خالش
می گفت چوں در آنجا بہ سعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہٗ مستعد بہ گفتن شعر
بہ زبان ریختہ امر فرمود و ایں مطلع نغز موزوں کردہ حوالۂ او نمودند۔

خوبیٔ اعجاز حسن یار گر انشا کروں　　بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

بالجملہ بہمیں نقول زبان ایشان سخن ایں با یا چناں حسن قبول یافت کہ ہر بیت
دیوانش روشن تر از مطلع آفتاب گردیدہ در ریختہ راقمے (۹) بہ فصاحت و بلاغت
می گفت کہ اکثر استادان آں وقت از راہ کشش شعر ریختہ موزوں می نمودند۔

(مخزن نکات ص ۱۰)

(۴) محمد ولی ولیؔ تخلص شاعر والا اقتدار و سخن سنج شیریں گفتار است۔ رتبۂ سخن
ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ و بازار ایں زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ۔
اگرچہ در از منہ ماضیہ موزونان ایں جا شعر را بہ زبان ریختہ گفتہ اند اما صاحب دیوانے باپایہ
متانت و فصاحت از کتم عدم سر نکشید و شعرائے سلف چند طوطی شکر مقال بوستان
سخندانی اند لیکن چنیں بلبل ہزار داستان بگوش نہ رسید۔ آرے والی ولایت نازک
خیالی و شہنشاہ قلمرو خوش مقالی است چنانچہ می گوید۔

اس شعر کی یو طرح نکالا ہے جب ولیؔ　　یو اختراع دیکھ رہے دل میں سب عجب

و نیز می گوید

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولیؔ　　لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر دیں نمط

ہندوے زلف پری رو ہے پریشانی فروش　　　بیچ دیوے مجھ کو سودے میں اگر سودا کرو

مولد او خاک پاک اورنگ آباد ست۔ چوں اکثر بہ گجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین قدس سرہٗ کسب علم کردہ و در نیلی گنبد متصل گڑہ مدفون گشتہ مردمان نسبت او بگجرات کردہ غلط محض۔ قصیدہ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ بدیوان او در نظر رسید مطلعش ایں است۔

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل　　　بیتاب ہے سینے میں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند کہ در سورت آمدہ بود و چندے امر حل اقامت افگندہ احرام بیت اللہ بربست و زیارت حرمین شریفین نمود۔ مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بہ ملاحظہ افتاد در انجا می گوید۔

بھری ہے سیرت و صورت سے سورت　　　ہر اک صورت ہے واں انمول مورت

ختم ہے امرداں پہ رو صفائی　　　و لے ہے بیشتر حسن نسائی

سبھا اندر کی ہے ہر اک قدم میں　　　چھپا اندر سبھا کو لے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل می کرد کہ روزے یکے از شعرائے دکن کہ صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است بر کنار آب نشستہ بادہ پیمائی می نمود و دیگر ارکان مجلس ہم بقدر رتبہ خود واشتند۔ در شب مہتاب مائل تماشا بودند۔ خصوصاً فقیر در گوشہ تنہا استادہ نظارہ می کرد کہ ناگاہ شاعر متخیل در حالت سکر بادہ پیمائی آغاز نہاد و کلمات پوچ از زبانش [illegible] گرفت [illegible] کہ ولی حیرت طفل بود و ہیچ [illegible] گوئی نمودہ کہ [illegible]
بد [illegible] معانی [illegible] نمود و ہیچ کردہ ام

کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سروِ عریاں کے حضور
خود بخود رسوا ہے اس کو پھر کے کیا رسوا کروں

اما قدرداں کو اگر دریں زمان ولی می بود از طپانچہ رخسارش سیاہ می کردم تا دعوی رنگیں بیانی نہ کند۔ ہاں بیارید دیوانش را تا از آب فرو شویم چنانچہ خادم او بہ موجب امر دیوان ولی را بیاورد او تمام ورق ورق را در آب آشنا نمود۔ قصہ کوتاہ چوں صبح شد و آں خمار نشہ از سر بدر رفت دیوان را طلبید کہ دیوانے تصنیف خود کہ با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیدہ بود بہ شب از غلطی شوئیدن آمد و دیوان ولی ہم چناں محفوظ ماند لاچار از وقوع ایں امر عرق خجلت برآمد و سخن را بہ لب آشنا نہ نمود و بہ تنہائی پیر الحاج بہ درگاہ کریم کارساز کہ شکنندۂ غرور ہر متنفسے است فرود در آمد۔ اما آنانکہ اہل مجلس او بودند واقف ایں رفتاراند راست و دروغ بر گردن راوی۔ محرر سطور بہ موجب اقرار راوی بہ بیاض رساند واللہ اعلم۔ کلیاتش دو ہزار و سی صد ابیات بہ نظر رسید

(چمنستان شعرا ص ۱۰۴)

۵۔ ولی دکھنی شاہ ولی اللہ۔ اصلش گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است۔ گویند در زمان عالمگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمد استفید از شاہ گلشن گردید از مشاہیر ریختہ گویان اول کسے است کہ دیوانش در دکھن مشتہر و مدون گشتہ۔

(گلزار ابراہیم علی ابراہیم)

اب کہاں ہے گا شگوفہ کا بہار — سیر کو گلشن میں خنداں رو گئی
چشم بلبل آب جو جاری کرو — ہر چمن میں مہر کی گل بو گئی
قرض حسنہ لیکے شبنم سے انجھو — پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی
من ہرن میرا مزمل رم کیا — دشمنوں کے دل کی چیتی ہو گئی

ولہ

اس سناری سیمبر کے کیوں کے جاوں ہاٹ میں — زرگری کر کر بچھا رکھتی ہے کانٹے باٹ میں

ایں نیز از شعرا و ریختہ

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا — ہو گیا وہ کام جو ہونا نہ تھا
راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا — ہائے کیا رو دیا رونا نہ تھا
بول میٹھا اس شکر لب کا تمام — زہر تھا یو صرف مٹھلونا نہ تھا
کیوں کماں ابرو سے دل رسوا ہوا — چلہ کش کو کیا مگر کونا نہ تھا
میں نہ کہتا تھا مزمل دل نہ دے — نقد ایسا رایگاں کھونا نہ تھا

مزمل - محمد مزمل خان، معاصر میاں آبرو بود، در سخن تلاشش معنی تازہ می نمود گویند در اواخر عمر جنون بہ مزاجش طاری شدہ و انتقالے در حواسش ساری۔ آخر باستغنائے نوکری و ترک ملازمت اسباب و دل پرداختہ در شاہ جہاں آباد بہ زاویہ خمول ساختہ بعد چندے نوائے ارجعی شنید و رخت بہ سرائے خاموشاں کشید۔

(تذکرہ فتح علی گردیزی)

۲- چمنستان شعرا میں بھی اس کا ذکر ہے مگر متن وہی ہے جو فتح علی کے ہاں ہے

(۶) حشمت

میر محتشم علی خان حشمت تخلص منصبدار از عمدہ نجباے اہل ہند کہ در عصر محمد شاہ شعر بہ غایت رندانہ و ظریفانہ گفت۔ در دہلی وفات یافتہ۔ دو مخمس ازو مرقوم گردیدہ

مخمس

سب جان اور جہان کا خداوند ہے الہ — اس کے سبھی میں سرخرو اور سار رو سیاہ
اے اہل زہد مستوں کو اس سے ہی اور راہ — دیکھیں تو تم ثواب کرو ہم کریں گناہ
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

مستوں کا تم سب سیں جدا گھاٹ اور ہے — مقصد اور دور راہ سیں یہ باٹ اور ہے
سودا جہاں ہمارا ہے وہ ہاٹ اور ہے — دوزخ ارم سے ہے پرے ٹھاٹ اور ہے
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد عبث نہ رکھو میکشوں کو نام — دیکھیں تو کس کو ساقی کوثر پلا دیں جام
ڈنکا بجا کے کون ارم میں کرے مقام — دیکھیں تو کون مقتدی ہو کون ہو امام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد و بہت نہ کرو شور بس کرو — اپنی کتاب کے تئیں تم طاق پہ دھرو
سب بندے ہیں خدا کے آپس میں مل بہو — ہے ہیچ آج مستوں سے مت اس گھڑی [illegible]
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدان خشک تمھیں فخر ہے ریا — تسبیح لیکے مست کرو مستوں کو بددعا
ہم سنگ سینہ صاف تھیں سب سیں [illegible] — یارو ہمارے [illegible] نہیں کوئی [illegible]

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ وا

دونوں جہاں شاہ نجف کے ہیں ہم گدا   گو مست ہیں دوانے ہیں بے خود ہیں ہا

کہتے ہیں سب میں آنکھ ملا صاف برملا   ہنقادو و وطریق سنو ہم میں یہ صدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ہم مست ہیں ازل کے نہیں اور کچھ خیال   ہو وینگے کل کو ساقی کوثر سے ہم بحال

کہتے ہیں سب میں صاف یہی با زبان حال   اے اہل خانقاہ کرو ختم قیل و قال

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

تسبیح اور نماز ہے زاہد کا روز کام   افیون اور شراب میں ہم مست ہیں مدام

آخر کے تئیں خدا سیتی ہم ہونگے ہم کلام   دیکھیں تو تم حلال کرو ہم کریں حرام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

گر شیخ اور برہمن جیتے ہیں اس کا نام   ہر آن ہیچ کرتے ہیں مستوں پہ اہتمام

بیکنٹھ اور بہشت کا نت ہم کو ہے پیام   ہے شیخ کو سلام برہمن کو رام رام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ وا

میخانہ کی جو راہ کا حشمت شہید ہے   رندوں کا پیر پیر مغاں کا مرید ہے

اے اہل زہد ہم کو تماشائے دید ہے   تم جس کو حشر کہتے ہو وہ ہم کو عید ہے

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ولہ مخمس

انسان کا تھا کام جو آدم کہا گیا   انسان کو ازل میں ابد لگ گنا گیا

انسان کارخانہ کا عالم بنا گیا   سب کچھ بنا کے اب ہی آپ لو بھا گیا

انساں کے گھروندے میں ارض و سما سمٹ — انساں کا خیال ہے جن و پری ملک

انساں کی بات بہت بڑی ہے سو لک — معراج کے جو پردے میں اندر کی وہ جھلک

احمد بھی دیکھ احد کا دامن تھا گیا

انساں کی ہر کہانی جو تم پڑھتے لکھتے ہو — یہ روئی اسی پنولے کی ہے جس کو دھنتے ہو

اس تار کو نہ توڑو جسے تانا تنتے ہو — حق کا سخن بلند ہے یارو جو سنتے ہو

منصور اسی پنواڑی کو سولی پہ گا گیا

آپ ہی تھا آپ ہی ہی ہے وہی — ایک ہی ہے بھر رہا ہے وہی تو نہ

دل کو درستا کرکے جو کچھ کہہ سکے تو کہہ — بہتر تو یوں ہے کچھ نہ کہہ انساں کو دو

جب آئینہ سا صاف ہو سب کچھ سمجھ میں آ گیا

۱۔ میر محتشم علی خاں حشمت تخلص سید صحیح النسب بود۔ سپاہی عمدہ روزگار شاعر خوب فارسی و ریختہ فہمیدہ، سنجیدہ با ہمہ بہ عجز و انکسار پیش می آید جنسے بود کہ در دل ہر کس جاے او خالیست از خاک پاک دہلی بود در مغل پورہ سکونت داشت۔ برادر کلاں او کہ میر ولایت اللہ خاں باشد از مغتنمات روزگار است دیریست کہ ترک روزگار کردہ خانہ نشین است۔ گاہے فکر شعر ہم می کند۔ بر فقیر شفقت و عنایت بسیارے می کند خدا در حفظ خودش نگاہ دارد و آں مرد از نامردی روزگار ناہنجار فوراً فوت شد۔ خدایش بیامرزد (نکات الشعراء ص۶۱)

۲۔ نکتہ سنج والا فطرت سید محتشم علی خاں حشمت۔ عزوے سپاہی پیشہ درست اندیشہ گوہر اصلش از بدخشاں است و لعل رنگین خیالش بغایت رخشاں سخنش دل نشاست

انساں فانوس محض بنایا ہے آپ کو ایجاد آدمی سے لکھایا آپ کو
بیٹھے تمہیں میں ہو کے چھپایا آپ کو پھر آپ ہی آپ پاس گنوایا آپ کو
دیکھو تو کیسی وضع سے آپ آ جبت گیا

اس نور سرمدی کا محمدؐ خطاب ہے اس نور کا ظہور علی آفتاب ہے
اس نور کا حسین و حسن انتخاب ہے اور کیا کہوں کہوں کی بغل میں کتاب ہے
ٹک کھول کھول دیکھو تو کیا کیا لکھا گیا

اور کیا کہوں میں اس سے عالی جناب ہیں ذرّے کو کیا جو کہہ سکے کچھ آفتاب ہیں
یا جھانکتا ہے کوئی دم حباب ہیں اس فرصت قلیل کا یادوں حباب ہیں
میں اس میں گم ہوا کہ وہ مجھ میں سما گیا

وفلاش لجند - بہ کمال خوش خلقی از راج و اصلی زیست می کرد و بہ وسعت حال می گزرانید دیوانش نظر بیہر کردہ و چشمے آب دارد - حقا کہ دراں تلاش معنی تازہ کردہ والفاظ رنگین بروئے کار آوردہ است - احیاناً ریختہ ہم می گفت (تذکرہ گردیزی)

۳- حشمت علی خاں حشمت تخلص می کرد - اصلش از شاہ جہاں آباد است پدر بزرگوارش میر یازی نام از مردان حشت امیر بود - گاہ گاہ در سہ شعر ریختہ و فارسی با کمال تازگی می گفت و در سلک ہر مصرعش گوہر معنی نایاب می سفت - قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعتہً از جہاں رفت !! او تعالی رحمتش کناد (مخزن نکات صفحہ ۳۴)

۴- چمنستان شعرا میں نکات الشعرا کی عبارت تمام و کمال نقل کر دی گئی اور کوئی نئی اطلاع نہیں - (س - م)

جو وہ نہ ہوتا کچھ بھی نہ ہوتا قرآن میں | واللہ بھر رہا ہے وہی جسم و جان میں
یہ بات ہے نبی کی ولایت کی شان میں | جو تھا خدا کی راہ کا منصف جہان میں

صلوٰۃ بر محمد کہتا چلا گیا

(۷) مضمون

مضمون عجب شاعر متوکل بودہ، متوطن احمد آباد۔ اوست موجد ایہام ریختہ اوست ؎

مہر کر کوئی کہے اس ماہ سیں | کیوں نکلتا نہیں کبھی اس راہ سیں
چھوڑ دے گا آخر اپنی مان سب | کیا نہیں ڈرتا ہے میری آہ سیں
شرم سیں پانی ہو سب جاویں رقیب | گر مرا یوسف ملے آ چاہ سیں
اس گدا کا دل لیا دلی نے چھین | جا کہو کوئی محمد شاہ سیں
اے صنم مضمون تو بندہ تھا ترا | کیوں بھلایا اس کو عشق اللہ سیں

---

۱ میاں شرف الدین مضمون تخلص مردے بود۔ نوکر پیشہ، متوطن جاجمؤ کہ قصبہ است متصل اکبرآباد۔ حریف ظریف، بشاش بشاش، ہنگامہ گرم کن مجلسہا، ہرچند کم گو بود لیکن بسیار خوش فکر و تلاش لفظ تازہ زیادہ۔ دیوانش بہمہ جہت دو صد بیت خواہد بود۔ از شروع جوانی بہ شاہجہاں آباد آمدہ، در زینت المساجد سکونت داشت۔ آخر الامر ہمیں جا فوت کرد۔ از احفاد حضرت شیخ فرید شکر گنج بود نور اللہ مرقدہ چنانچہ می گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید | کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

شاگرد خان صاحب سراج الدین علی خان صاحب است چوں دندان او بہ سبب نزلہ

افسوں سے نار جھپٹ پٹ لیتی ہو کھٹ کو اٹکا کس ساحروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
تجھ خسرو جہاں کا ہے شور مرد و زن میں فرہاد اپس کو چیرا شیریں نے سر کو پٹکا

ہمہ افتادہ بودند (نکات الشعرا صد ۱۶)

۱۔ بر مشاہدۂ معنی مفتون شیخ شرف الدین مضمون از شعرای قرار دادہ ریختہ است مشق سخن از مرزا مظہر و خان آرزو کردہ۔ از نبائر حضرت گنج شکر است چنانچہ گوید

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

با وصف برودت پیری و فرط ضعف و ناتوانی نامردے بود نہایت گرم جوش و چسپاں اختلاط۔ ہرگاہ دندانش ریختند چناں آرزو از مزاح شاعری واتہ می گفت بہر حال شعرش خالی از نزاکت نیست (تذکرہ گردیزی قلمی)

۲۔ شرف الدین مضمون تخلص از فرزندان حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ بہ جمیع صفات موصوف و بہمہ خات معروف بود۔ مولدش جائے است در نواح گوالیار کہ اورا جاجیو می گویند چوں سن شریفش از حمل متجاوز گردید دست از قید علایق برداشت و قدم در راہ آزادگی گذاشت۔ لب دریا مسجدے است مسمی بہ زینت المساجد اورا مسکن خود قرار دادہ بہ توکل می گزارند بکہ ملیں و خوش صحبت بود اکثر لذعروم بجا آمد روز بطریق سیر در حلقہ مجلس وارد می شدند چنانچہ سعدی گوید

ہر کجا چشمہ بود شیریں مردم و مور و مرغ گرد آیند

بہ وقت موعودہ سر در پردۂ اختفا کشید و بہ عالم قدس پاس گردید خدایش بیامرزد شعر ریختہ را بہ تلاش الفاظ و معنی تازہ می گفت۔ (مخزن نکات صد ۱۱)

۳۔ شیخ شرف الدین مضمون شاعر یست از در رس دسخن بہ درستیت معنی رس

تجھ بیوفا کے کارن سب سیں جدا ہوا ہوں — میں جیا جتا ہے خالی جو تو پرے ہی کھٹکا
مت مل رقیباں سیتی میں بار ہا کہا ہوں — مرتا ہوں اس دکھوں سے جاتا ہی جیان سٹکا
چھپ کر مخالفوں سے آ اس طرح پلنگ پر — جو کوئی سے نہ جانے تیرے قدم کا کھٹکا
دیکھ اس کی بیوفائی ہٹتا ہے کیوں تو اڑیل — دلبر وہی بھلا ہے جو ہو وے اپنی ہٹ کا
پاکا رسیٹ اپنا مثل تنور مضمون — اک قرص نان کی خاطر کیوں تو پھرے بھٹکا

مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی — محبت اس ستی تو کیوں نہ ڈالی
نظر آتا نہیں وہ ماہ رخسار — گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی
رقیباں مجھ ستی کرتے ہیں نوکاں — طرح لڑنے کی ان مرغوں نے پالی
کہاں سیں بدن قدرات مجھ سیں — تری دیہی ہے کس سانچے میں ڈھالی
ہوا جگ میں مضمون مشہور ترا — طرح ایہام کی جب سیں نکالی

مضمون شیرینش شرف بر نبات می دارد و کلام شکرینش مذاق جان را لذت خاص می بخشد اصلاح سخن از مرزا مظہر و سراج الدین علی خاں آرزو می گرفت و گاہے بہ تفنن گوہر سخن بہ سلک نظم می سفت چنانچہ دلیل کم گوئی خود می گوید

درد دل سے جس طرح بیمار اٹھتا ہے کراہ — اس طرح ایک شعر مضمون بھی کہے ہی گاہ گاہ

دیہاں سے گردیزی کا بیان نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ) دیوانش بہ جیب اضافت قریب سہ صد بیت بہ ملاحظہ در آمد از سخن معلوم می شود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ است چنانچہ خود می گوید

نسب شیخ ستی دستے مضموں کو بیٹھا — کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

(۸) عبدالرحیم

محمد شاہ بادشاہ علیہ الرحمہ بادشاہ رحمدل رنگین مزاج بودہ کہ احدے در سلطنت اذیت بہ نوع نہ رسیدہ و اہل سماع را نہایت دوست می داشت صاحب سخن بود و طبعش راغب مزاج نیز بود۔ چنانچہ در آں ایام عبدالرحیم نامی از اہل کشمیر حاجی بود و نام خود را ادیث کرلیس قرار دادہ ہر کسے کہ شعری خواند فی الحال در جوابش شعر موزوں بطور تسبیح و ملیح بدیہہ میخواند۔ روزے پادشاہ طلبیدہ با یکے از اہل محفل اشارات خواندن شعر نمودہ۔ چنانچہ امیر خاں مرحوم ایں شعر را بزبان راند

آہ من العشق و حالاتہ | احرق قلبی بحراراتہ
ما نظر العین الی غیرکم | اقسم باللہ و آیاتہ

شعر مذکور کہ با تمام رسید او ٹکرلیس بدیہہ در جوابش خواند

آہ من الاوہ پکاراتہ | از کمرش گردید پچھاراتہ

. . . . بند . . .

سلطان تبسم شدہ انعامے بخشید او بتاریخ بست و ہفتم شہر ربیع الثانی در سنہ یک ہزار و یکصد و شصت ہجری از دہلی انتقال نمود۔ از ریختہ اوست۔

گنج تحقیق کی نہیں کنجی ہے بسم اللہ بن | قفل دل کھلتا نہیں ہرگیا ہمارا آہ بن
رود نیل انکھوں سے جاری ہو ندی نالے نت | باولی ہو گئی ہے یوسف کی زلیخا چاہ بن

(۹) یکرو

یکرو عجیب مرد لطیفہ گو خوش خلق۔ از شاگردان رشید میر مبارک آبرو باشندہ دہلی است، دریک فرد سرانجام بسیار آوردہ و نام پیغمبران علیہم السلام بطور ایہام موزوں ساختہ

عیسوی گفتار زلفیں یونسی موسیٰ کمر　　　　تن داؤدی سلیمانی نین رخ یوسفی

ٹیک تو روح ہماری تو کبھی شاد کرو　　　　شیشہ سے کہیں بھولے تو ہمیں یاد کرو

(۱۰) یکرنگ

یکرنگ مرد درویش صاحب کمال بود از جملہ تلامذۂ شاہ ... یکرنگ و یکرو بودہ۔ طبع رنگیں داشت۔ ریختہ

رکھتا ہے وہ نین جو کبھو تو نذر کرے　　　　یکرنگ پاس او نہیں کچھ رہی بساط

۱۔ یکرو تخلص مردے بود شاگرد میاں آبرو براحوالش اطلاع ندارم مگر دو سہ مرتبہ بہ حوالہ ریختہ دیدہ ام با اکثر ہمہ یاران فن ریختہ بود ولیکن خود را خود ہمہ داں می شمرد (نکات الشعراء میر)

۲۔ عبدالوہاب یکرو۔ شاگرد آبرو است تکرش برجستہ است و شعرش شستہ (تذکرۂ گردیزی)

۳۔ عبدالوہاب یکرو شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین آبرو است اشعار دلاویز و سخن ہائے سوز انگیز بسیار می دارد (چمنستان شعراء ص ۲۲۶)

پروو ے کیوں نہ ہر اک بال میں موتی وہ چھپیسی
صبح دانتوں کی روشن ہے شب مسّی میں تپیسی

(۱۱) فایق

کلام فایق فایق است از اکثر شعرائے نواح دہلی ریختہ آزادا ست ؎

برنگ نکہت گل قوت جاں ہے یاد گلرو کی
شب آرام دل ہے عاشقوں کو یاد اس مہ کی

تری نرگس کٹوری اور تپلی اشہب سا لی
ملک کے ہاتھ میں ہے موہنہ تیری تیغ ابرو کی

۱۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ شاعر ریختہ، معاصر میاں آبرو۔ می گویند کہ بسیار بہ پیاں اختلاط واشتمائے درست بود از احوال او خوب اطلاع ندارم (نکات الشعرا ص ۱۸)

۲۔ معنی یاب بے درنگ مصطفیٰ خاں یکرنگ با آبرو ہم طرح بود و تلاش معنی تازہ نمود۔ رتبہ سخنش بلند است و پایہ شعرش ارجمند (تذکرہ گردیزی)

۳۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ معاصر میاں آبرو است۔ بخدمت خاں آرزو مشق سخن می کرد ابیات دیوانش یکی و تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود۔ سوائے ایں کہ تنبیہ خاں جہاں لودھی ست و در سلک ملازمان پادشاہ منسلک بود، و دیگر احوالش معلوم بندہ نیست (مخزن نکات ص ۱۷)

۴۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ از معاصرین آبرو است۔ شعرش خوش قماش یکراں می دارد و طبعش عالی تلاشش فروان می نماید۔ گویند کہ ذہن رسا داشت و با ہر کسے طریق احسن سلوک کا می گزاشت۔ یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا و خلق محمدی از تماشش ہویدا است (چمنستان شعرا ص ۲۲۳)

(۱۳) حاتم

حاتم محمد حاتم، باشندۂ حضرت دہلی مرد صاحب ہمت و طبیعت عالی دارد و تحمل در دادن شعر ہرگز نہ کردہ و درایں امر کہ فی الحقیقت سخن درست یہ مشابہت گوئی از حاتم بردہ صرفہ نہ دارد۔ چنانچہ مثنوی او در صدر کتاب رقم شد ریختہ از اوست ؎

مت پری رویاں ہمارے دل کو دیوانہ کرو　　دردمندوں کے جگر کی آہ ٹک جانا کرو
زلف خوباں میں جو چاہو ہو نگاہ کی دسترس　　پنجۂ مژگاں کے تیں اپنا تماشا نہ کرو
شمع رویوں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا　　عشق کے کشور کا میرے نام پروانہ کرو
پیر چاہو ہو تو آ کر رشتہ اخلاص میں　　چھوڑ دو تسبیح و اپنے من کے تیں وا کرو
دوستوں کے حق میں دشمنوں کی بات کو　　تم سیتی کہتا ہے حاتم سن کے مت مانا کرو

ولہ

کا تلطیا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام　　حال میرا دیکھ لے گر سلسلے خود کام کم
دور میں تیرے حسن کی بہت ہے عالم رام　　کیوں نہ ہو عشق سے ہم سی سرگرداں لیکر حلیم
کیا ہوا گو پیچ کھا کھا دل میں گھٹتا ہے گرہ　　تا کیا اس میں جو مارے زلف میں آدم دم

۱۔ شیخ محمد حاتم حاتم تخلص از شاہجہاں آباد است، می گوید کہ من با میاں آبرو ہم طرح ام و ہم مرتبت جاہل و متمکن و مقطع وضع، دیر آشنا تغافل دارد۔ دریافتہ نمی شود کہ ایں رنگین پیشہ شاعری است کہ ہیچ مثل دیگرے نیست یاد طمع او ہمیں است۔ خوب است یا

جو صدا آتی ہے باتوں کی تیری مجھ کان میں ہیں اس سخن تیرے کے تئیں الہام ہم
جیوں کہا قاصد نے چل حاتم بلایا ہے تجھے دل سیتی جاتا رہا سنتے ہی یہ پیغام غم

(ولہ)

خلق کی گریہ سیں آنکھوں میں پڑے ہیں پھوڑے تو بھی دیکھی ہے جسے اس کو کئی ہیں رو لے
دل شگفتہ ہو مرا گل کی نمن شادی ہیں نا سیں غنچہ دہن ہنس کر اگر ٹک بولے
دل عالم کو گرفتار کرے پیچوں میں گرہ زلف اگر مکھ سیں پرے وہ کھولے
نہ گھٹے ایک رتی وزن میں الا ماشا گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
دو دھرے عشق کے میداں میں قدم کو حاتم ہات اپنے کہو کوئی خون جگر سے دھولے

(ولہ)

تجھ بن جان تجھی جان مری جان کے بیچ آن کے پھر کے جلایا تو مجھے آن کے بیچ
ایک دن ہات لگایا تھا ترے دامن کو اب تلک سر ہے خیالات میں گریبان کے بیچ
ہوئی زبان لال ترے ہاتھ دیکھا تھے بیڑا کیا فسوں پڑھ کے کھلاتے تھی مجھے پان کے بیچ

دیگر مثنوی ایہام در تعریف حقہ بہ عجب پیچ و تاب بستہ از دست

تمنا کو کوئی حیا لو کیا سبب ہے ملا ہے گر نہیں اور کیوں کا گڑ طلب ہے
طلب ہے گڑ کی اس کو اس سبب سیں ملا دے گر اسے لا حسن کے لب سیں

با تنہا چہ کار. شعر بسیار دارد. دیوانش تا ردیف میم بدست آمدہ بود، و پارہ اشعار آں نگاشتہ می شوند. با ایں ایہام بیگانہ است (نکات الشعرا ص ۷۹)

۲- اسرار معنی را ملہم محمد حاتم حاتم. برنجد و می جنید و سیاہ مستانہ می رود

لاجب گڑگڑا کو نام پایا ہر اک نے چاہ کر تب منہ لگایا
کہے حقہ تنبا کو کیوں جلتے ہو کہ گنگا جل ترے پاؤں تلے ہے
اگن کو اب نئے ہیں لے بجھاوے وگرنہ باعث جلنا بتاوے
تنبا کو نے کہا حقے سے جل کر برہ کی بات ہے سن تو سنبھل کر
اگن میں جان کر جو جی جلاوے چمن میں عشق کے تب گل کھلاوے
مری سنگت سے آتش تاب نے ہو اگرچہ نام اس کا آب نے ہے
اگن میں پھول اور ڈنڈی ہی جل ہیں گل خورشید ہے مثل کنول ہیں
کنول میں کوئلہ مثل اسو بھر ہے بھنور پر پھیرا سرپوش زر ہے
سنا حقہ نے تنبا کو کا احوال جگر کے خون سے رو رو کر بھر آتال
کہا نیچے سیتی سو ارز و سات کہ ہنگا کام ہم سب کا ترے ہات
یہ سن من مار نیچا پیچ کھا کر جبیں پر چیں چڑھا سینہ دکھا کر
کہا نے سیں کہ نے سب کی خبر رکھ اپس کے دل جلوں او پر نظر رکھ
پیا ہو مہربان حقہ بلایا کرم کر لے کے نیچا مونہہ لگایا
لگا وہ لب سیتی یکدم میں پی نے عزیز اب کر دیا عالم میں پی نے
لگا مہنال تب حق حق پکارا کہ جیوں منصور پھر آیا دوبارا

زاد و بومش شاہ جہاں آباد است و طبع صرفیش نقد و قلب سخن را نقادہ (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ محمد حاتم۔ حاتم تخلص، ہم صحبت میاں مضمون و آبرو است اصل وطنش قدیم شاہجہاں آباد است و در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب مذہبی و خدمت بکاولی نواب عمدۃ الملک مغفور پا بہ اعتبار داشت۔ بعد فوت او توکل روزگار نمود و باکمال آزادگی می گذراند۔ کلیاتش ضخیم است

نہ حقہ میں صدا لے سرسری جان | کنھیا ہات گویا بانسری جان
بجا یہ حقہ و نیچے میں لے ہے | جو مطرب ہات چھلے وارنے ہے
نہ نلے پر سا اوی براہنپوری ہے | کہ جیوں کالے پہ کالی کچھلی ہے
نہیں حقہ مگر افغان پسر ہے | کہ چیرا کو چلمی کا سر اوپر ہے
زری کی انیڈ دی حقہ کی یک نال | رہے ہر رات دن مانند خلخال
کمند دست محبوباں یہی ہے | انیس و ہمدم خوباں یہی ہے
یہی ہے یار یار و دل جلوں کا | یہی ہے درد میں ساقی سبھوں کا

وابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظر گذشتہ۔ شعر خوب جستہ جستہ می برآید۔ حق تعالےٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۲۴)

۴۔ شیخ محمد حاتم۔ حاتم تخلص عمدہ نکتہ پردازان وعلامہ سخن طرازان است۔ نکات نگہتش تازگی بخش دلہاے محزون و خیالات دلنشیں از نزاکت معانی مشحون۔ اشعار دلاویزش گلدستہ انجمن وبہارستان طبعش اشک افزائے چمن است مثنوی حقہ کہ بہ جعفر علی خاں ترکی محمد شاہ بادشاہ فرمایش نمودہ بوداز دو دو شعر موزوں شدہ دیگر سرانجام نہ یافت شیخ محمد حاتم بہ اتمام رسانید۔ بہ نظر امعان جلوہ بیت است۔ دراں جامی گوید

کہا نیچے نے یہ سب کی خبر رکھ | تو اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو مہرباں جس دم پلایا | کرم کر یکے نیچا منہ لگایا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا | گویا منصور پھر آیا دوبارا
نہ حقہ میں صدا لے سرسری جان | کنھیا ہات گویا بانسری جان

سبھوں کو اس کا پسینا سود دے گا دھواں طفلوں کے حق میں دود دیگا
نہ بولے آپ میں جب لگ نہ بولو کھلے نہ ہیچ جب لگ نہ کھولو
بہت سا جگ میں حاتم ڈھونڈ آیا پھر ایسا دوسرا ہمدم نہ پایا

آبرو (۱۳)

میر مبارک آبرو تخلص در ایام محمد شاہ بادشاہ ترک منصب و دنیا کردہ بود متوکل و صاحب دیوان است۔ اشعارش در تمام ممالک محروسہ مشہور و معروف خصوص در دارالخلافہ شاہجہان آباد مستثنئے وقت است۔

رستم اس مرد کی کہاتے ہیں قسم زوروں کی تاب لاتا ہے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی
قادری جب سے سجی بر میں سجن بوٹی دار عقل چکر میں گئی دیکھ کے چھب بوٹوں کی
لب میگوں پہ سجن کے نہیں خط سیاہ ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی شکر خوروں کی
گٹا نمط کاٹی ہے مرے دل کی تری انکھوں نے دو پلک نیں یہ کترنی ہے مگر چوروں کی
قدر دان حسن کے کہتے ہیں اسے مردہ دل سانولی چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی
آبرو کو نیں کم ظرف کی صحبت کا داغ کس کو برداشت ہے ہر وقت کے تک توڑوں کی

ولہ

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی کہاں ہوتی ہے یاں میری رسائی

بقیہ گذشتہ

نے پرسا لوی برہان پوری ہے کہ جیوں کالے پہ کالی کچہری ہے
بوقت تحریر ایں چند ابیات دیوانے ضخیم از و بدست آمد (چمنستان شعرا ۱۴۴)

کریں جو بندگی ہوویں گنہ گار — نرالی ہے بتوں کی کچھ خدائی
تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے — کہے سے ہوتی تم کو ضد سوائی
ذبح کرنے کو ناحق بے کسوں کے — بتا تیری کمر کس نے کسائی
رہیگا نانو کیونکر آبرو کا — گلی اس راہ کی جب ہاتھ آئی

ولہ

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا — جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا
کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد — سونا وہی جو ہووے کسوٹی کسا ہوا
قامت کا سب جگت منے بالا ہوا ہے نام — قد اس قدر بلند ہے تس پر رسا ہوا

۱۔ میاں نجم الدین عرف شاہ مبارک متخلص بہ آبرو متوطن گوالیار نبیرہ حضرت محمد غوث گوالیاری است نوّر اللہ قبرہ۔ از ابتدائے جوانی در شاہ جہان آباد آمدہ چنانچہ مشق سخن ہم اینجا کردہ۔ شاگرد خان صاحب سراج الدین علی خان است۔ از چشم پوشی روزگار دجال شعار یک چشمش از کار رفتہ بود۔ شاعرے ست نادرہ گوئے ریختہ می گویند کہ طبع شوخے داشتہ غرض مصحفی وقت خود بود کہ عہد محمد شاہ باشد۔ خدا اش مغفرت بکند
(نکات الشعرا ص ۹)

۲۔ شمع محفل گفت و گو شیخ نجم الدین مبارک آبرو۔ گوالیر متوطن [illegible] این بزم آرائے معنی است و خاطرش گنجینۂ گوہر خوش ادائی۔ حقا کہ معنی تلاش را بمذاق بلند گذاشتہ و باتفاق حج [illegible] ممالکت سخن رایت شاہی افراشتہ۔ در بار اول مدتے بہ رفاقت حضرت ابوی دام ظلہ بسر بردہ و بہ جائزات نمایاں موصول گردیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

زاہد کے قد کے خم کو مصور نے جب لکھا — تب کلک ہاتھ بیچ اتھا سو عصا ہوا
زاہد ہے آج مجمع رنداں میں نیم جاں — خرگوش جیوں کہ بھیڑ میں آ ادسا ہوا
یوسف کو اپنے اور گیا کھینچ چاہ سے — مضمون جذب عشق زلیخا رسا ہوا
اے آبرو اول سے سمجھ پیچ عشق کا — پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

ولہ

کیا ادا سے وو بھوں مٹکتی ہے — کہ مرے دل میں جا کھٹکتی ہے
زلف کی شان ٹک ادھر دیکھو — کہ گویا عرش پر لٹکتی ہے

۳- شاہ مبارک متخلص بہ آبرو کہ مردے بود درویش منش قلندر مشرب۔ متوطن گوالیار از فرزندان محمد غوث۔ ایام حسن پرستی اشتہار تمام داشت چنانچہ مثنوی صد و پنجاہ بیت در باب تعلیم آرائش خوباں روزگار بسیار سلاست موزوں کردہ است بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مربوط می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں آرزو میکرد کہ بالفعل در فضیلت و کمال فوقش متصور نیست حق تعالیٰ سلامتش دارد و زیادہ بریں از کمالات آں بزرگوار مثل من ہیچمداں چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باراں موزون و مساحت افلاک پیمودن است۔ ہرچند دماغ ہمچو شخص بہ نوشتہ وفا نمی کند لیکن وسعت اخلاقش باعث است کہ شعر بیاں آید و در اب نظر اصلاح ملاحظہ می نمود بلکہ گاہ گاہ دیدہ پاس خاطر او نیز ہم دو سہ بیت ازیں قبیل می فرمود (مخزن نکات ص۱۷)

۴- شیخ نجم الدین آبرو آبرو بخش بزم سخن و سرخرو سے معرکہ این فن است ستان گوالیار از آب پاش سخنش ابد ورنگے تازہ گرفتہ و نہال ہستی او در مدت دربار

کیا ہوا اگر چہ مر گیا فرہاد　　روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

ولہ

کیا قہر ہے پیارے رخ کا ترے مٹکنا　　پھر قہر پر قیامت اس زلف کا لٹکنا
مکھڑے نین پیارے اسپند کر جلا دے　　کیوں نار تلپٹے ناز کی جھنار پہ چٹکنا
جس گال کی صفا پر نظریں نہیں ٹھہرتی　　اس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابرو ہیں بس پر تل کا رکھا غلیلا　　ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہوا اپٹکنا

طراوت پذیرفتہ در معنی یابی بدیوان موزوں خیالی داد سخن میدہد و گلگشت خیابان اشعارش انشراح فراواں بہ نظارگیاں می بخشد۔ متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف درست روشن است۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و مرزا رفیع سودا اورا در مقطع یاد می کند و می گوید۔

نہ ہل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا　　کسے برداشت ہے ناحق اٹھائے کون تکھوڑا

می گویند کہ در عہد محمد شاہ بادشاہ تاج زندگی بر سر می داشت مثنوی او متضمن بر ترغیب آراستگی معشوق کہ جملہ یکصد بیت خواہد بود بہ نظر در آمد مطلعش اینست

ہے سزاوار سخت وہ بالکال　　جلوہ گر جس نے کیا حسن اور جمال

حق کہ شاعر شیریں مقال و معنی یاب متین خیال است و دودمان وجود ہستی آوازہ چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیا گرفتہ و لولوئے گراں بہائے سخن را بہ نہایت آب و تاب در رشتہ نظم سفتہ منتخب دیوانش بہ نظر در آمدہ

(چمنستان شعرا ص ۸)

(۱۴) مظہر

مرزا مظہر جانجاناں مظہر تخلص کہ اشعار فارسی و ہندی او از بلاد ہندوستان
تا دکھن زبان زد عالم اظہر من الشمس است۔ از اوست

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ — اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ

۱۔ مرزا جان جاں مظہر تخلص درویست مقدس، مطہر، درویش، عالم، صاحب کمال
شہرۂ عالم، بے نظیر، معزز، مکرم۔ اصلش از اکبرآباد است۔ پدر او مرزا جان جاں نام داشت
او فرط شفقت مرزا جان جاں می گفت۔ ازیں سبب ہمیں اسم موسوم است۔ بندہ بخدمت
او در رفتہ سعادت اندوز گشتہ است۔ اکثر اوقات در یاد الٰہی صرف می کند۔ خوش تقریر بحدی
است کہ در تحریر نمی گنجد۔ دیوان مختصر شعر فارسی او بہ نظر فقیر مولف آمدہ است از سلیم
و کلیم پایہ کمی ندارد۔ اگرچہ شعر گفتن دون مرتبہ است لیکن گاہے متوجہ ایں فن بے حاصل
نیز می شود۔ انعام اللہ خاں یقین و حزیں کہ شاعر ریختہ اند از شاگردان اویند۔ غرض مرزا
عجب کسے است (نکات الشعرا ص۶)

۲۔ ادا فہم معنی پرور مرزا جان جاناں مظہر اصلش از معمورہ بخارا و مولد و منشاش
اکبرآباد۔ ایشاں بہ شرافت نسب و نبالت (؟) حسب موصوف است بہ مکارم اخلاق
شریف معروف۔ حقا کہ ذاتش مظہر تجلیات الٰہی است و مظہر انوار فیوضات
غیر متناہی۔ از مبدء حیات الی یومنا ہذا کہ عمر شریفش ۔ بہ بیانہ ایشاں خطوط میمون
از لبد غشی بہ توکل و اثر دلبری بردہ و از والا ہمتی سر استغنا بہ پادشاہ و وزیر
فرو نساختہ۔ متکی مسند فراغت و مربع نشین چار بالشِ عزلت۔ از اہنوا کہ ایشاں

جلتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر   سورج کے ہاتھ چوری پنکھا صبا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) فقہ و حدیث: حظے وافر دارد و از کتب سیر و تواریخ بہرۂ کاثر، نیز طبعش از بلند ہمتی بہ شعر و شاعری فرو نمی آید۔ و ایں شغلہا را سرمایۂ افتخار نمی انگارد۔ چنانچہ اکثرے از اشعارش از راہ بے پروائی از صفحۂ خاطر محو شدند و برخے از عدم اعتنا و توجہ باین فن مہجور ابتر گشتند۔ لیکن چوں عشق سخن سرشتۂ لب و سخن است و ہر معنی جاگزین دلش از فرط ابتلائے عشق معنی ہر گاہ از صحبت صوفیان خانقاہ و مستفیداں خدا خواہ فرصتش دست بہم می دہد، متوجہ شغل بے حاصل می گردد۔ و مرزا مظہر فارس دو میدان و دانا و مملکت بیان است چہ شعر فارسی اش بنہایت لطافت و نظم ریختہ اش نہایت عذوبت۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ مرزا جان جاناں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و عامل عارف کامل سر آمد ارباب تحقیق و پیش رو اہل تدقیق است۔ در ظاہر و باطن مرتبہ رفیع و شانے عظیم دارد در اوائل جوانی کہ مقتضائے آں ظاہر است بہ شعر و شاعری مشغول بود۔ آخر حال خود را ازاں اندیشہ باز داشتہ بر سجادۂ طاعت بہ فقر و قناعت می گذراند و ہمیشہ اوقاتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد۔ ایں چند بیت ریختہ و غیرہ تلامذہ ایں فقیر برائے تعلیم انعام اللہ خاں یقین موزوں کردہ (مخزن نکات ص ۴۴)

۴۔ میرزا جان جاں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ بادہ نوش خمخانۂ معنی و جرعہ چش ساغر سخندانی است۔ فقیر ترجمہ احوال آں علامہ سخن پرداز مفصلاً از تذکرہ قبلہ برحق حضرت غلام علی آزاد مدظلہ العالی می طرازد۔ و ایں گلدستۂ رنگیں را حسن افتخار خود نشناختہ [illegible] کہ "مرزا مظہر جان جاناں سلمہ اللہ تعالیٰ [illegible] الحمد۔

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے   مینا لگا ہے جب سے مجھے تو لگے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) ومشرق صبح آگاہی شاہ مسند فقر و فنا مقیم آستان توکل و استغنا
نام والد ما جد او میرزا جان است ازیں جا وجہ تسمیہ او تواں دریافت ۔ ! نام و تخلص او
گویا غایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ پانصد سال پیش ازیں در
دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ کرامتے نمایاں بہ حضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنے

جان اول مظہر درگاہ شد   جان جان خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او برالسنہ میرزا جان جاناں جاری شدہ ایں اسم ہم معنی بلند دارد ۔
فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است و ہمیشہ
بہ آمد و رفت مراسلات حظ ہم کلامی حاصل ۔ میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است
و در قبضۂ اسم خود روح الروح معنی پروری عروس سخن را بہ شائستگی زینتش
طرز تازہ و تصویر خیال را بہ تر دستی فکرش حسن بے اندازہ ۔ شعلۂ آوازش آتش زن
خرمنہا و شوخی اندازش شور انگن انجمنہا ۔ فقیر در آشنائے تحریر ایں کتاب تکلیف
ترجمہ کرد ۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آورد و متاع نفیسے از نقاش بقا
ہدیہ دوستاں ساخت ۔ نسخہ برجستہ ایں است ۔ فقیر جانجاناں متخلص بہ مظہر پسر میرزا
جان جانی تخلص علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است ۔
و در عشرۂ اولٰے مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد نشو و نمائے ظاہری در
بلدۂ اکبر آباد یافتہ ۔ تربیت باطنیش در عہد شاہجہان آباد از جناب سید نور محمد
بداؤنی نقشبندی مجددی واقع شدہ ۔ سلسلہ نسبتش بہ بیعت و صحبت بواسطۂ حضرت
محمد حسن بہ شیر بشیر کہ بہ یا علے مرتضٰی کرم اللہ وجہہ منتہی شود ۔ بعد نقل ؛

برگ حنا اوپر لکھو احوال دل مرا   شاید کبھی تو جا کے لگے دل ربا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) امیر کمال الدین در اوایل مائۃ تاسعہ از خطہ طائف بہ جذب قسمت سجد و در ترکستان رخت اقامت انداخت و بہ فرمانروائی بعضے از آں ممالک عمر گزرانید۔ اولاد کثیرہ بہم رسانید۔ از آنہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایوں پادشاہ اتفاق افتد دریں مملکت وارد شدند۔ از آں باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ شعار مردم ایں خاندان بود۔ میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و درجہ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور واقع است تا بہ عہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمہ بعالی منصب ترک دنیا سرفراز گردید۔ و ایں خاکسار از بدو طفلی ہوائے مال و جاہش زر در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات ایں مشت غبار خود ابدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمے در عالم دیگر باز کند۔ چوں نقش قدم بر در ایشاں نشستہ است از بس دماغش ضعف قوی دارد و تاب تدبیر اسباب نمی دارد و تجرید و تفریدے اختیار کردہ نان برخوان دونان نخورد۔ و چوں گل عمر خود را بہ یک خرقہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقے کہ نمک خمیر او ست گاہ لبے بہ فریاد وا کند و چوں نامہ اش موزوں واقع می شود احباب از راہ جوہر شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ و گرنہ او را از غایت انصاف نظر بے سرمایگی خود دکانے بر سخن نچیدہ۔ زیادہ بریں ہمت کہ نظر بزرگاں یافتہ حسن قبولے بہم رسانید استدعا و سجادہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند۔ راقم سطور یعنی صاحب می گوید کہ ذات میرزا مغتنم است۔ حق جل جلالہ دیرگاہ سلامت دارد۔ ہمائے توفیق شہ مرغ است کہ بہ چنگ شاہین تقریر آید و صحرائے تعریفش تہ نقطہ است کہ

مظہر چھپا کے رکھ دل نازک اپس کا توں — یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

(۱۵) سودا

مرزا محمد رفیع سودا تخلص منصبدار بودہ متوطن شاہ جہاں آباد۔ مرد سودا مزاج و کم سخن ازاوست ؎

(بقیہ گزشتہ) خنگ تیز گام تحریر طے نماید۔ کمال فضل او از کلام یقین کہ یکے از تلامذہ چوں شہنشاہ جہان معنی است پیدا می شود۔ والا رتبہ اقتدارش از حد بیش در مسند کہ جانگی خوار پایہ آں ماہ آسمان سخندانی است ہویدا می گردد۔ لآلی منظومات فارسیش از لآلی بہ نہایت غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعار بیتش در رفعت درخشانی است (چمنستان شعرا ص ۲۴۶)

۲۔ میرزا رفیع المتخلص بہ سودا کہ جوانیست خوش خلق و خوش خوئے، گرم جوش یار باش، شگفتہ روئے مولدا و شاہجہان آباد است۔ نوکر پیشہ، غزل و قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ہمہ را خوب می گوید۔ سرآمد شعرائے ہندی اوست، بسیار خوشگو است، ہر شعرش طرف لطف رستہ رستہ، در چمن بندی الفاظش گل معنی دستہ دستہ۔ ہر مصرعہ برجستہ اش راسرو آزاد بندہ، پیش فکر عالیش طبع عالی شرمندہ۔ شاعر ریختہ چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید۔ قصیدہ در ہجو اسپ گفتہ بہ تضحیک روزگار دور از حد مقدور دراو صنعتہا بکار بردہ مطلعش اینست۔

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار — رکھتا نہیں ہے دست عناں کا یک قرار

[illegible]

سودا ہوا ہے یکہ رگ دل میں جوش ہے   تم نشتر مژہ سیں صنم خون کم کرو

(بقیہ گزشتہ) حق تعالیٰ سلامتش دارد (نکات الشعراص ۳۲)

۲- نکتہ داں بے ہمتا مرزا محمد رفیع سودا- مرد لیست سپاہی پیشہ با درست اندیشہ حقا کہ رتبہ شعرش عالی است و سخن دردمندانہ اش حالی- امروز در میدان گفت وگوئے سبقت از اقران و امثال خود می رباید و داد معنی یابی و رنگین خیالی می دہد

(تذکرہ گردیزی قلمی)

۳- عندلیب خوش نغمہ گلشن روزگار- گل سرسبد محافل اشعار یگانہ کشور فضل نقاوۂ دودمان کمال انتخاب نسخہ صاحب کمالی حضرت میرزا رفیع سودا مدظلہ العالی دریچہ نزہت گاہ معنی بروئے وے کشادہ است کہ در مصرع کلک نگارش شہرت را آمادہ اشعار رنگین و قصاید متین دارد- چنانچہ قصیدہ کوہ دو پیکر و رزمیہ بہار و بحر بیکراں و تضحیک روزگار وغیرہ از تصانیف اوست- والدش حقیقیش مرزا شفیع نام مغل زاد بہ عمل تجارت مشہور بود- بہ وقت معہود دم نیاس بریں تنا زرے کہ از ترکہ وے بدست مرزا افتاد در مدت قلیل بہ مقتضائے پشانی مزاجی برسبیل با دوستہا بباد داد و بہ مصاحب پیشگی برآمد- قبول نوک نامدار و تقرب سلاطین عالی مقدار او را میسر گشت- بالفعل بخطاب ملک الشعرائی کہ ہمیں پایہ سخنوراں اعزاز و امتیاز دارد- الٰہی سایہ اش از سرے سرو پایاں کم مباد بہ مجنون و فرہاد

(مخزن نکات ص ۳۵)

۴- میرزا محمد رفیع سودا تخلص صہبا و غزالان سخن و سرآمد نکتہ سرایان این فن

نسیم بھی ہے زمانے میں اور صبا بھی ہے　　ہماری خاک کو دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
سنبھال رکھ یہ قدم خار دشت پر مجنوں　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(بقیہ گذشتہ) شاہین زبان ناقص بیان کہ پارۂ لحمے بیش نیست چہ جرأت کہ بہ ہوائے توصیف آں ہمائے اوج نازک خیالی چنانکہ باید بال کشاید۔ و شبدیز قلم و زبان را کہ پیش از گیاہ نہ چہ قدرت کہ در میدان تعریف آں فارس مضمار خوش مقالی جولاں نماید۔ خلعت رنگین سخن طرازی بہ قامتش دوختہ اند و طوطیان ہندوستان شکر بیانی از آں آئینہ دل آموختہ۔ گویا نزاکت مضامین دلچسپ حسن بہ یوسف بہ ذاتش حسن اختتام پذیرفتہ و ایں زبان کج مج ریختہ در زمانش بہ یمن اقبال آں نکتہ پرداز درجۂ علویت کردہ (. . . . . .) از اں ملک الملوک مملکت فن و شہنشاہ قلمرو سخن اُوز بہ کوس انا و لا غیری۔ . . . . . جو یائے معنی بلند و غواص لآلی دل پسند۔ الحال . . . جلوہ دکن با نگ نغمات دہد طوطی خوش نما۔ کلیاتش متضمن بر قصاید و مثنوی و . . . . . مخمس و ترجیع بند و قطعہ و رباعی و مرثیہ قریب دو ہزار بیت بہ نظر امعان رسیدہ . . . . از اں دریافت باید کرد کہ چہ لآلی گرانبہا بسلک نظم کشیدہ . . . . . کہ در ہمہ اقسام سخن ممتاز اقراں برآید و موزونے بسمع نرسید کہ در پلہ میزان اقتدار کامل عیارش نماید۔ اگر صریر کلکش را ہمدم اعجاز مسیحا انگارم بجا کہ دل مردگاں را حلول جان تازہ از اں متصور۔ و اگر چشمۂ خضر را در ظلمات الفاظ نوایش پندارم روا کہ حیات سخن نام صاحب از و ممکن۔ حقا کہ ہر نقطہ نقش پذیر خطش مثال سیاہی مردم بر بیاض دیدۂ جاودانی است و ہر یک بیت طبع زادش چوں مصرعیں ابرو بر چشم نہادنی قصیدہ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدولہ بہادر و در تمہید ہجو بعضے شعرائے دہلی

(۱۶) ناجی

ناجی شاعر بود در شاہجہاں آباد۔ مضمون ہائے خوب می بست۔ از اوست

ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف ؛ حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

۱۔ محمد شاکر ناجی جوانے بود ابلہ رو، سپاہی پیشہ۔ مزاجش بیشتر مائل بہ ہزل بود۔ معاصر میاں آبرو۔ بندہ با وی یک دو ملاقات کردہ بودم۔ شعر ہزل خود می دانند (می خواند) و مردمان را بخندہ می آورد و خود نمی خندید۔ مگر گاہے تبسم می کرد۔ وطنش شاہ جہاں آباد۔ جوان از جہان رفت (نکات الشعرا ص ۲۴)

۲۔ محمد شاکر ناجی گویند روئے بہرزہ داشت و بہ عنوان سپہ گری علم می افراشت طبیعتش اکثر مائل بہ ہاجی بود (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محمد شاکر ناجی تخلص سپاہی پیشہ بود در مطاوی کہ مصرع شعر بر از معنی آبدار ودیعت می نہاد۔ و بہ درستی طبع و رسائی فکر داد سخنوری می داد و زادگاہ او دار الخلافت شاہ جہان آباد است۔ با برادر فقیر کہ منعم تخلص می کرد و شعر فارسی بسیار بہ تلاش ہائے معنی نیکو می گفت رابطہ اتحاد مربوط داشت۔ گاہ گاہ بتقریب خانہ تشریف می آورد۔ بندہ خود در خورد سالی او را دو سہ بار دیدہ ام مزاجش خیلے مائل فراح بود۔ او تعالیٰ رحمتش کناد (مخزن نکات ص ۱۱)

۴۔ محمد شاکر ناجی تخلص۔ از شعرائے شاہ جہاں آباد است۔ شعرش آب و رنگ تازہ و معنی اش بے اندازہ ۔ دارد۔ (چمنستان شعرا ص ۲۰۹)

(۱۷) تاباں

میر عبدالحی نام تاباں تخلص مغل زادہ، از ہم مجلسیان میرزا مظہر جانجاناں

فرد خوب گفتہ ؎

مضرت ہی تجھے عاشق کے مارے سیتی اے ظالم　　کہ ہم تلخی کشوں کا خون بہ رنگ زہر قاتل ہے

۱۔ میر عبدالحی تاباں نوجوان بامزہ بود۔ سید نجیب الطرفین مولد او شاہجہان آباد
است بسیار خوش فکر و خوبصورت، خوش خلق، پاکیزہ سیرت، معشوق عاشق مزاج
تا حال در فرقہ شعرا ہمچو او شاعر خوش ظاہر از مکمن بطون عدم و بعرصہ ظہور جلوہ گر
نشدہ بود۔ زبان رنگینش پاکیزہ تر از برگ گل گلستان سخن را نازک دماغ بلبل
سمند رنگینی فکرش با گلگون باد بہار طابق النعل بالنعل است ہر چند عرصہ سخن او
ہمیں در لفظہائے گل و بلبل تمام است اما بسیار بہ رنگیں می گفت از دیدن رنگ آتش
بے اختیار از دہن من گل کماتش سر می زد۔ نسبت بہ شعر او استاد او را رتبہ شاگردی
او نہ بود۔ با فقیر یک صفائی داشت۔ از چندے بہ سبب کم اختلاطی این ہیچمدان کدورتے
بمیان آمدہ بود۔ اجلش مہلت نداد کہ تلافیش کردہ آید۔ آخر آخر کہ اوائل جوانی
او بود ایں قدر مداومت شراب کردہ کہ ملاقات ہمہ یاران موقوف شد۔ اکثرے از
دوستانش کہ بخانہ او می رفتند او را مست طافح می یافتند و آب بردن این تاجر را
ببینید کہ ہشت ہفت روز بودیعت حیات سپردن او باقی ماند، یک مرتبہ توبہ کردہ
و بہ ہمہ آشنایان خود رقعہا نوشتہ کہ عزیزان من توبہ کردہ ام شما شاہد و شریک گیران

نقل است روزے مصرع از زبان میر مبارک آبرو بدیہہ طبع زاد گردید
مصرع اینست۔

دہلی کے شاعروں میں اک آبرو ہو آئے

چنانچہ از اہل محفل تاباں در مجلس میرزا مظہر جان جاناں مصرع صدر برخواند
میرزا در جوابش فی الفور ایں مصرع رسانید ع

جانے سے ایک چشم کے بے آبرو ہوا ہے

(بقیہ گذشتہ) من باشید چراکہ شراب بہ سبب کثرت استعمال مزاج من شدہ بود از گذاشتن
ایں از خود گذشتن من بہ نزدیک می نماید غافل از احوال من بودن از عقل بسیار
دور است۔ آخر الامر ہماں شد کہ گفتہ بود۔ حاصل آفتاب تاباں عمر او زود بہ لب بام
رسید معشوق عجیبے از دست روزگار رفت۔ افسوس افسوس، افسوس امید قوی است
کہ حق تعالیٰ مغفرتش کردہ باشد (نکات الشعرا ص ۱۱۴)

۲۔ نخل بند گلشن بہار میر عبدالحی تاباں جوانے بود خوب صورت و خوش سیرت
شمع محفل جانہا و چراغ بزم دلہا در خاک پاک ہندوستان نخل حیاتش در دہلی شد
و در ہمیں گل زمین بہ نشو و نما رسیدہ۔ در عنفوان جوانی خاک مال فلک خوردہ بساط
حیات مستعار برچیدہ، داعی اجل را اجابت کردہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ خانہ برانداز محبت خراباں میر عبدالحی المتخلص بہ تاباں جوانے بود در نہایت
حسن و جمال ہم صحبت یاران حال۔ با وجود لیلیٰ نشی مجنون را آداب محبت آموختی و
باکمال انجمن آرائی شمع وار داغ بر جگر سوختی۔ اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ داشت

مردمان ایں مصرعۂ ثانی را باز بہ سمع میر مبارک آبرو رسانیدند میر فوراً بر زبان آند

کیا ہوا حق کے کئے سے کور میری چشم ہے　　آبرو جگ میں ہے تو جان جاناں پہ ہے

میرزا مظہر جان جاناں در جواب ش فی الفور گفت ؎

مبارک باد تم کو آبرو صاحب سخنور ہو　　بھلے ہو یا برے ہو خوب ہو کان جواہر ہو

(بقیہ گذشتہ) آخر حال بہ رفاقت نواب عنایت اللہ خاں بہ تنعم می گذرانند۔ چوں در خوردن کثرتہا کرد۔ رطوبت فضلی بہم رسانده مستسقی گردید و بہ ہمیں احوال از جہاں رفت

(مخزن نکات ص ۳۵)

(۴) میر عبد الحی تاباں تخلص طوطی است شکر بیان و بلبلے است ہزار داستان آفتاب طبیعتش بہ نہایت درخشانی و لآلی گراں بہائے سخنش بکمال افشانی است۔ می گویند کہ از وجاہت صوری نصیب وافر برداشتہ بود۔ متانت معنیش دل نازک خیالاں را صید می نمود لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانید و موجہ گلگشت حیات وافی گردانید (ایں سع ؟ لطیفے کہ خوش ہوا و رہ افسردہ ماند نی است۔ میر تقی میر در تذکرہ نکات الشعرا اورا شاگرد محمد علی حشمت می نویسد۔ و در دیوان خود اقرار تلمذ حاتم می نماید چنانچہ می فرماید ؎

اور بھی ریختہ ہوا ہے سبے اس کے شعر کا　　جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

نیز می گوید ؎

ریختہ کیوں نہیں حاتم کو سناؤں تاباں　　اس سوا دوسرا کوئی ہند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جابجا یاد می کند ؎

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت　　پر توجہ دل کی ہے ہر آن تاباں کی طرف

ظاہراً تحصیل علوم بخدمت حشمت کردہ باشد و اصلاح شعر از حاتم می گرفت۔۔۔۔ الحاصل

(۱۸) یقین

انعام اللہ خاں یقین تخلص برادر زادہ میرزا مظہر، در خدمت میرزا ربوخ تمام داشت۔ بنابراں میرزا خود بہ تخلص یقین ارشاد فرمودند۔ شاعر متین است۔ از اوست

اس کو اب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا
حیف مضمون پر و ٹھنے کا بھی مکرر ہو گیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے صنم کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا

کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

آپ سے جب لگ گئے تھا واقف کہاں تھا یہ کو
دیکھتے ہی آئینہ میں منہ سکندر ہو گیا

آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقین
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

۱۔ انعام اللہ یقین تخلص شاعر ریختہ، صاحب دیوان، از بسکہ اشتہار دارد محتاج بہ تعریف و توصیف نیست۔ تربیت کردۂ مرزا مظہر است۔ پدرش اظہر الدین خاں نام دارد با جدش در سرہند ملاقات کردہ بودم۔ بسیار آدم با مزہ یافتہ بہ سلوک پیش آمدہ و ضیافت فقیر کردہ تا دیر نشستہ صحبت مستوفی داشتم۔ شعر بطرزی می گوید۔ آمدم بر سر مطلب۔ میاں یقین را مردماں می گفتند کہ مرزا مظہر او را شعر گفتہ می دہد و وارث شعرہائے ریختہ خود گردانیدہ۔ از قبول کردن ایں معنیش بندہ را خندہ می آید کہ ہمہ چیز بہ وارث می رسد۔ الا شعر مثلاً کسے بر شعر پدر خود یا بر مضمون او متصرف شود ہمہ کس او را دزد خواہند گفت تا بہ شعر استاد چہ رسد [illegible]

ولہ

طلا اس حسن کے شعلے آگے آب ہو جاتا　　　اسے گر دیکھتا رو پا بکل سیماب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) چیدے کہ یافتہ است کہ ما و شما نیز می توانیم یافت۔ این قدر بر خود پیچیدہ است کہ رعونت فرعون پیشِ او پشت دست بر زمین می گذارد۔ بعد از ملاقات این قدر خود معلوم شد کہ ذائقہ شعر فہمی مطلق ندارد شاید از ہمیں راہ مردمان گمان ناموزونیت در حق او داشتہ باشند۔ جمع بر این اتفاق دارند کہ شاعری او خالی از نقص نیست۔ چرا کہ شاعر این قسم کم فہم نمی باشد از شخصے منقول است کہ بخانہ عظمت اللہ خاں کہ پسر نواب عنایت اللہ خاں مرحوم باشد یقین نشستہ بود و می گفت۔ از آں روزے کہ مرزا دست استادی در سرِ من داشتہ است شعر من ترقی کردہ شخص مذکور این مصرع نظامی پیش حضار مجلس بہ آواز بلند خواند۔ مصرع

شد آں مرغے کو خایہ زریں نہاد　　　حاصل او را بقیہ در کلاہ شکست

میاں شہاب الدین ثاقب کہ احوال او نوشتہ خواہد شد نقل می کرد کہ من محض برائے امتحان بخانہ او رفتم و یک غزل طرح کردم من غزل بالفرم رسانیدم واز دو مصرع موزوں نشدہ اللہ اعلم۔

میاں محمد حسین کلیم کہ احوالش گزشت قصیدہ گفتہ است مسمی بہ روضۃ الشعرا در و نام تمام شعرا را نقل کردہ از آں جملہ نام ایشاں را نیز آوردہ لیکن بہ کنایہ غریبے کہ سخن فہم می فہمد و آں این است۔

یقیں کے شعر دل پر ہیں برگاں نہیں کے آنکھوں　　　غلط ہے یہ جو ہمسر پوچھا ہے گا مرزا جان جاناں کو

اثر خوبان خندق زیب کی گلیوں میں پیچ دیکھا　　کہ جو گرتا تھا اشک خون وہاں عناب ہو جاتا
کسی کی خنجر قاتل نے اسکی پیاس کے حق میں　　کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) نام مرزا جان جان است و شاعر جان جاناں بستہ۔ چوں اکثر عوام نام مرزا از غلطی جان جاناں گویند بشاعر مذکور نظر بشہرت ہا چنیں موزوں کردہ اگرچہ آنچناں بایست کہ گفتگوے با خواص است۔ در بزرگ زادگی و شرافت میاں یقین سخنے نیست از خانوادۂ بزرگیست۔ با بندہ ہم آشنائی سرسری دارد۔
(نکات الشعراء ص ۸۴)

۲۔ صاحب تلاش معنی رنگین انعام اللہ خاں یقین پسر اظہر الدین خان بہادر مبارک جنگ نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی است۔ نبیرہ نواب حمید اللہ خاں مرحوم شہباز خیالش بہ صید معنی بلند پرواز است و ہمائے اندیشہ اش بر قلہ قاف سخن ریزفشانی ممتاز۔ بے اغراق ریختہ گوئی را بر طاق بلند گذاشتہ و تخم معنی در زمین سخن کاشتہ و آنچہ از طبعش سرزدہ۔ از فرط شیوع و حسن قبول در تمام ہندوستان برافواہ والسنہ جاری است۔ استفادۂ سخن از افادت گاہ مرزا جان جاں مظہر گرفتہ چنانچہ گوید

جوں نماز اپنی تو صبح و شام لازم کر یقین　　حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

بامولف اخلاص دارد و اکثر ہا بہ ملاقات می پردازد (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں یقین۔ شاعر صاحب طرز یگانۂ عہد و وحید دہر است۔ اخلاق حمیدہ اتصاف دارد۔ و مصرع از زبانہا

اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کچھ بھلا جاتی | تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا
یقیںؔ سوز و گداز اپنے کو گر اظہار یہ کرتا | خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرہ آب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) سحر طرازش بہ ایں ہمہ لطف و خوبی می تراود کہ بہ مجرد استماع دل عشاق قطرات خوں شدہ از دیدۂ فرو می چکید بزرگانش در بلدہ سرہند اقامت داشتند و اکثرے از شرفا و رؤسائے آں ضلع بخدمت ایشاں استفادۂ معنی می کردند چوں والد شرافت کیش بہ دار الخلافت رسید حمید الدین خاں کہ ملقب بہ نیمچہ بود حبیبہ خود را بر آں بزرگوار نامزد کرد۔ ایں معنی را موجب افتخار خویش دانست۔ بالفعل خان موصوف بہ منصب ہزار و پانصد سرفرازی دارد و پیش ہم چشماں خود معتبر و موقر است حق تعالیٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۴۹)

۴۔ انعام اللہ خاں یقیںؔ شہنشاہ قلمرو سخندانی و یوسف کنعان معانی است طوطی شکر مقال از گلستان ہند برخاستہ کہ بر آں عندلیب ہزار داستان سخن بہ تماشہ گرائید و شہسوارے چابک خرام از رائفان دکن پیدا نشدہ کہ قصب السبق از اں فارس میدان خوش تلاشی بربائد۔ بسیارے از شکر مقالان متین خیال پر وہم صغیری او بر داشتند، آخر لشت و دست بزمیں نارسائی بگذاشتند و اکثر از نازک خیالان شیریں مقالی بہ مقابلہ او برخاستند، آخر از قصور گوش مالی خود برداشتند از دست۔

یقیںؔ تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے | مقابل آج اس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت
آرسے عندلیب کلکتہ ... [illegible]

ولہ

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا　　گر نہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

(بقیہ گذشتہ) می گزیند۔ ہر قطرہ کہ از سحاب خامہ اش بچکید۔ لالی گرانبہا شد۔ و ہر سطر کہ از دسر زد فرحت عطا کن جانہاست۔ معنی آفرینان ایں زماں از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند و خوش تلاشان ایں عصر از اصغائے نام نامیش دست بگوش می گذارند۔ چنانچہ می گوید۔

حق کو یقین کے یارو بربادمت دو آخر　　تم نے سخن کی طرزیں اس سے اڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید۔ رباعی

جس طرح سے لاتے ہیں مضامین یقین　　اشعار میں ریختہ کے سودا و یقین
ایسا کوئی ہند میں ہر چند کہ ہیں　　سجاد و کلیم و میر و درد و تمکین

اگرچہ یقین است کہ مرزا سودا در غزل و رباعی و مخمس و مثنوی و قصیدہ و قطعہ بند وغیرہ اشعار ریختہ رتبہ رفیع می دارد، و عالی تلاش فراوان می نمائد لیکن در ریختہ یقین فصاحت و ملاحت دیگر است۔ مولفہ

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا　　کرے جو فکر تتبع یقین کا از دل و جاں
کہے گا معنی باریک و خوب شیریں تر　　ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل یقین یکتائے عصر و یگانہ زمانہ است۔ چشم روزگار چنیں معنی آفرینی نکتہ رس ندیدہ و گوش سپہر دوار مثل ایں والانشی آتش دم نشنیدہ۔ سخن سرایان والا گہر و آتش زبانان گرامی قدر مسیح طبع زادش را بیوں خیال مصرع قامت

یہ کوہ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہیے   کوئی پتھر بھی بچ رہتا تو دیوانے کے کام آتا

بتاں خون کرکے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے   یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا

اڑادی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں حیف   غبار ان کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا

لیا گھیر ان یقین نے عشق کا آتشکدہ سارا   کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

خوباں بہ دل جای دہند و بیت نقش لب گلکش را چوں بیت ابرو بر چشم می نہند۔ فی الواقع اگر
آں سحر پرداز دعوی اعجازی کرد سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارہ نبود و ایں آیہ گراں مایہ
"واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" زنگ شبہ از آئینہ دل میزداید۔ و گلشن جاوید بہار انش از آبیاری
میرزا مظہر طراوتے پذیرفتہ و ایں طوطی شکر مقال شکر بیانی از آں عندلیب نغمہ خوان چمن معانی
گرفتہ است و اکثر جا میرزا را از راہ استادی یاد می کند و حق شاگردی خود بزبان می آرد۔

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین   حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

نیز در جائے می نویسد

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقین   آپ سے مجھ کو جدا حضرت مظہر نہ کرو

میرزا مظہر جان جاں چوں جوہر گفتاری یقین بایں درجہ دید بار ریختہائے کہ پیش ازیں
سرزد طبع میرزا شدہ اکتفا کردہ از شعر ریختہ دست کشید۔

حاکم بیگ خاں روزے با فقیر نقل می فرمود کہ انعام اللہ خاں یقین را در سنہ تسع و ستین و مائہ
والف ملاقات نمودم مرد خوبے متواضع بہ نظر رسید اشعار خود بسیار خواند و استعمال تریاک با وجود
صغر سنی کہ سی (۳۰) نخواہد بود بحدے داشت کہ تمام رنگ و بیش رنگ کہربا گرفت بعد انتقالش
اکثر اشخاص در ہمہ شہر شہرت دادند و گفتند کہ ایں یوسف مصر سخن را بجور برادران اخوان است

(۱۹۱) احسن

احسن اللہ تخلص عجب ریختہ ایہام تصنیف نمودہ لطف خاص دارد بلکہ عدیم المثال توان گفت۔

صبا کہیو اگر جانا ہے تو اس یار دلبر سوں ۔۔۔ کہ کر کر قول پرسوں کا رکھے برسوں سے تو بر سوں
جو قاصد وعدہ کرتا ہے گا پرسوں کا کہ پھر آوں گی ۔۔۔ کبوتر ہی نہیں آیا گلی اس کے سیتی برسوں
ترا کچھ بھی نہیں اے شوخ اتنی کیا ہی ترسا لی ۔۔۔ ترے دیدار بن ہیں دیدۂ ترسوں کھڑا ترسوں
نئی رت ہے یہ مجھکو نت نیا سودا ہے اے ظالم ۔۔۔ عجب ہے پھر کے کہ یو تیل لگاوے ہر کے سر سوں

بقیہ حاشیہ گزشتہ

شاعر نازک سخن و خوش خیال ۔۔۔ کرد سفر جانب ملک عدم
سال وصالش خرد نکتہ سنج ۔۔۔ گفت یقین رفت بسوے عدم

..... الحاصل پدر یقین اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ از ارکان شاہجہاں آباد است نبیرہ شیخ مجدد الف ثانی و نبیرہ نواب حمید الدین خاں مرحوم میشود۔ گل گشت دیوانش طبع را استہزائے و ابتہاجے بخشد۔ چمنستان شعرا ص ۱۱۱

۱- میاں احسن اللہ مردے بود معاصر میاں آبرو طبیعتش بسیار مائل بہ ایہام بود نہ بہ صحبت شعرا و بے رتبہ ماند دیگر احوالش معلوم من نیست (نکات الشعرا ص ۲۸)

۲- احسن اللہ بہ آبرو ہم طرح بودہ و در سخن تلاش معنی تازہ نمودہ شعر را بہ طرز ایہام می گفتہ و در معنی بہ رشتہ نکہت می سفتہ۔ سالے چند زیں پیش چشم از نظارہ دنیا پوشیدہ و سر در نقاب خاک کشیدہ (تذکرہ گردیزی ...)

عجب نہیں ابر گر حلقوں کو تو بل میں جلا جاوے گیا ہے یار میرے برسوں تو کہا ہو پیچ سوں
زلف تیری معنبر ہے عطر فتنے سیتی تر ہے الہی آبرو رکھ لے پڑا ہے کام ابتر سوں
غزل اب احسن اللہ اس طرح تجھ سے بن آئی ہو جواب آبرو کب لا سکے مضمون ابتر سوں

(۳۰) زانی

از قوم افاغنہ شیر خاں نامی باشندۂ دار السرور برہان پور۔ تکیہ در زین آباد دارد تخلص زانی قرار دادہ بود نہ فی التحقیق بلکہ تمام عمر خود کہ یک صد و دہ سالگی عمرش وفا کردہ بود گاہے نزدیکی زنان نہ داشت تا بہ زنا چہ رسد۔ طبعش راغب بہجو۔ تمام دیوان در ہجویات گفتہ است۔ اگرچہ آوردن چنیں اشعار قبیح مناسب نہ داشت لیکن رنگینی طبعش ملیح و سخن منصور اخاد وقت رحلت طرفہ ریختہ حسب حال تصنیف نمودہ از دست ریختہ۔

۳۔ احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود و بہ رویہ شعرائے اینہا تلاش نقط تازہ و ایہام می کرد امااز غایت ہجوم الفاظ معنی شعرش کمتر بنظر می آید (مخزن نکات ص۲۲)

۴۔ احسن اللہ احسن در ریختہ سنجی یگانۂ روزگار و صاحب تلاش معنی پر کار است۔ از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد از صفائی عزت اظہار می گریزد و در عصر آبرو ظاہرا عرصۂ زندگی بہ سر می برداشت و خود را ہمعنوان ہم عصر مغرز می پنداشت۔ میان سکالش لآلی معانی می افشاند و شاطۂ طبعش عروس سخن را بہ حلیۂ حسن برگزینی رنگینی می نشاند۔ (چمنستان شعرا ص۳۲)

دو ہاتھ دھر کے نفس پہ لاچار ہو چلے | .... دکھا کے یار کو اغیار ہو چلے
دولہ بنا کے آپ کو تخت رواں اوپر | کاندھے پہ چار شخص کے اسوار ہو چلے
سر سہرا بندھا کے براتی لئے ہیں ساتھ | کرنے نکاح گور سیں اسوار ہو چلے
تھی بھیڑ بھاڑ منزل اول تلک بہت | آگے غریب و بیکس و بیمار ہو چلے
ہے کون آس پاس کسی کو خبر نہیں | لاچار سر و بجانب سبکبار ہو چلے
عف عف سگوں کی سنکے جفائے رقیب بھی | دلبر کے دست جور سیں بیزار ہو چلے
چلنے سیں جس طرف کے.... خوف سیں | ....لے ہاتھ صاحب تلوار ہو چلے
دو چار دن کی لذت دنیا کے واسطے | اندر عذاب ابد کے گرفتار ہو چلے
زائی امید عفو ہے پروردگار سیں | بخشے گا ان کو جو کہ گنہگار ہو چلے

(۲۱) اعظم

سید اعظم تخلص اعظم، برہان پوری مرد شیریں سخنور است از اوست

دل شمع نمن گل ہو جسلانا مزہ جانا | معشوق کے اسرار چھپانا مزہ جانا
تجھ زلف سیہ تا سیہ ... گرتے کے کمند لاکھ ہیں | ظلمات میں جیوں خضر نے آنا مزہ جانا

از اوست می زیست و شعر ہزل بطور خود می گفت و بسیار مردان بزرگ را ہجو نموده فہرست خود دیوان جمع نہ کرد و مگر یاران مجلس او در یک جا کردند. قریب دو ہزار بیت دیوانی فراہم آمد چنانچہ بہ وقت تحریر این تالیف بہ نظر رسیده دل ... است کہ بہ مطالعہ در آمده و از ان ... انتخاب ... ۱۲۹

کعبہ کی عبادت میں حلاوت نہیں پایا   محراب میں تجہ بھوں کی دوگانا مزہ جانا

(۲۲) قایم

قایم میر محمد قایم باشندۂ برہان پور، خوش فکر و بدیہہ گو بود در یک بیت نا تمہائے ہشت بازی گنجفہ بستہ و اکثر شعرہا می گفت از اوست۔

تاج و سفید و سرخ غلاموں کی لے قماش   شمشیر جس کے چنگ برات اسکے ہاتھ ہی

ولہ

بات پانا ہے بے قراری کی   چوں نہ بولوں کتھا پیاری کی
پان کی نوک سے تمبولن تو   مت بتا او چھریں کٹاری کی
لب و دنداں او پر ترے لے لال   صدف دل نے در نثاری کی
آسماں جا چھپے ہیں مہر و وفا   لیک ہے تیری کناری کی
رات دن کے ورق پھرا قایم   چرخ میں جگ سیں حیلہ کاری کی

(۲۳) کامل

سید محمد کامل برہان پوری۔ طبع عالی داشت و تمام عمر خود را در گفتن مدح و مرثیہ حضرات صرف نمودہ دیگر شعر اصلاً و مطلقاً گاہے قصداً و عمداً بر زبانش نہ رفتہ سبحان اللہ چہ سعادت مندی او بہ تحریر یہ قلم آید۔ چند مطلع مرثیہ ہایش نوشتہ می شود از شعر اوست۔

اے سحر کس کے الم چاک گریباں ہے تو — اے صبا کس کی جہت آج پریشاں ہے تو

یک مطلع دیگر اندر مرثیہ گفتہ اوست، شاید ہمچو مضمون ہیچ کس از شعرا
نہ یافتہ باشد و نخواہد یافت، این است

قیامت انتقام آل احمد دیر کھینچا ہے — فلک پر مضطرب ہو ماہ نو شمشیر کھینچا ہے

و اکثر اعزہ کہ مصدع اوقات میر شدند برائے گفتن ریختہ می شدند حسب
ضرورت ریختہ گفتہ می داد لیکن رسوخی و اعتقادی کہ داشت از ہر شعرش
ظاہر است۔ و در ہر مقطع تخلص کردہ۔ ریختہ از اوست۔

بستا ہے خط رخ شہ خوباں کے آس پاس — جیوں فوج مور تخت سلیماں کے آس پاس
آسودگی کی شام غریباں دکھیں محال — جاتا اگر ہے زلف پریشاں کے آس پاس
دست گدا کو بار کہاں گرد کی امن — نفری بسی ہے آ تیرے دامن کے آس پاس
ٹپکے ہیں خار در دل بیمار ہجر میں — مژگاں نہیں ہو دیدۂ حیراں کے آس پاس
گلزار نے جہت کے گلشن کی تب کو دی طرح — پھرتا ہے دل جو سوز دبستاں کے آس پاس
جاتا نہ آپ اپنے فلک سے ہوا کوئی — دانا اگر ہے مت پھرے دوراں کے آس پاس
غافل اگر خیال طواف حرم ہے تو — قرباں ہو درگہ شہ مرداں کے آس پاس

ابدال (۲۴)

مرزا ابدال بیگ، مغل زادہ، از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور
و از مدتے در رفاقت احقر ہستند۔ کم گو و کم ملاقات، اکثر اوقات کہ خطوط
بجانب دوستاں تحریر می نمایند نظم می کنند، بسیار مطبوع۔ و ریختہ ہم می گویند
[illegible]

تری حسد ار تیغ ابرو کو کوئی شمشیر پر تلے ملکے
لکھا ہے بو علی نے آب زر میں کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

۴۔ شاہ فضلی از اکابران عصر بود و گوئے معنی از ہمسران می ربود اشعار ایہام بسیار می دارد (چمنستان شعرا ص ۴۸۳)

۵۔ شاہ فضل اللہ نقشبندی فضلی تخلص پسر سید عطاء اللہ اورنگ آبادی است۔ درویش صفا کیش و عارف کامل جمیع علوم بود۔ مدتے در لشکر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مرحوم بوجب حکم حضرت رسول مقبول بود و ہمیں سبب بود کہ خان فیروز جنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیار مقہوران فتح و ظفر می یافت نواب عضد الدولہ بہادر کلام اللہ بخط مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کہ از کتابخانہ امیر الامرا حسین علی خاں یافتہ بود بہ ایشاں سپرد۔ الحال آں قرآن مجید در قلعہ دولت آباد دکن است کہ میاں محمدی پسر شاہ موصوف آنجا بحال درویش بہ چہرہ مبارک نورانی او ظاہر بود جامعیت داشت رسالہ "زاد راہ" در علم سلوک از و یادگار است قصہ "برہ بجھوکا" وقصہ "پریم نوکا" بزبان ہندی گفتہ وایہام خوب دارد اشتہار یافتہ اند و در فارسی و ہندی نیز اشعار اوصاف و شیریں است (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ فضلی دکھنی افضل الدین خاں از قدماست در تعریف یکے از شاہزادہائے دکھنی مثنوی بہ محاورہ دکھنی گفتہ (گلزار ابراہیم قلمی)

مخزن نکات اور گلزار ابراہیم کے بیانات مشتبہ ہیں۔ دونوں نے جس مثنوی کا ذکر کیا ہے اس کا صرف ایک شعر دونوں تذکروں میں نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے تذکروں میں یہ شعر قطعاً نہیں ہے۔ گلزار ابراہیم میں ایک شاعر فضل کا حال یوں لکھا ہے "فضل دکھنی شاہ فضل علی معاصر

(۳۶) داود

مرزا داود بیگ مغل زاد باشندۂ خجستہ بنیاد اورنگ آباد - اگرچہ بر کتاب صرف و
نحو و غیرہ عبورے نہ داشت لیکن در کلام او لغزشے ظاہر نیست - عزیز خوش طبع
و خوش فکر اکثر تازہ مضمون طرح نمودہ - معاصر شاہ سراج بود در ایام خورد سالی
پیشہ کار چوبی اختیار نمودہ لیکن بعد ازاں بہ فکر رسا وحید دہر گشتہ بلکہ در محفل
شمع وار داعیہ سر بلند داشت و بہ شعلہ فکر پروانہ دلہا می سوخت، سراج را
مثال چراغ بے نور می انگاشت - روزے یک بیت بہ خطاب شاہ سراج
از شبستان خاطرش سر زد این ست

چرب زبانی نہ کر بزم سخن میں سراج
تیغ میں گل گیر کی ورنہ کٹے گا سراج

چوں شرار این بیت بہ پردۂ گوش شاہ سراج رسید بے اختیار از شوخیٔ

۱- مرزا داود داود تخلص می کند - شاگرد سید صاحب (سید عبد الولی عزلت) است
ایں قدر ہم از زبان سید صاحب بہ تحقیق رسیدہ - اللہ اعلم - بارے مصرع را درست موزوں
می کند - (نکات الشعراء ص ۱۱۱)

۲- مرزا داود - داود تخلص شاعریست ادا بند و موجد خیالات ارجمند شکر بیانی از
سخنش پیدا و خوشی الحانی از نامش ہویدا است - در ریختہ اکثر تتبع ولی می نماید
و می گوید - سند بس ہے تجھے مصرع ولی داؤد - کہ تجھ کو شور قیامت سے بے نیاز کیا

آہے کشیدہ و از زبان برآوردہ

نہ بھول کسب قدیمی کو اپنے اے مرزا
وگرنہ بچہ کہیں کا رچو سا ہوویگا

(۴۷) عاجز

عمارت الدین خان عاجز تخلص عرف میرزائی اکثر اوقات خود اوایل بہ تجارت مصروف داشتند بعضے در سفر گجرات کہ بطریق قرض بہ فخر الدولہ ناظم آن ملک معاونت نمودند. از ہنگامہ استیلا مقدمہ دولتش برہم خوردہ زر ایشان نیز رائگان رفت دست از وے برداشتہ بہ خجستہ بنیاد آمدند خیلے سریع الفکر و بدیہہ گو و ہر سخن کہ از ایشان سر زدہ میشود مربوط و ذو معنی و در گفتن تاریخ عدیم المثال معہذا طبع ایشان بہ اظہار سخن

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر تجھ طبع میں داؤد ولی کا اثر آیا

بزبانی میرزا جمال اللہ عشق تخلص کہ خلف الصدق او بود معلوم شد کہ میرزا داود در سنہ سبع و خمسین و مایہ و الف وفات یافتہ، راقم سطور می گوید تاریخ

بلبل گلزار معنی طوطی رنگیں بیان از غم آبا و جہاں بگذشت چون تیر از کمان
مصرع تاریخ فوتش گفت از من ہاتفے "گشتہ رفتہ میرزا داود از فانی جہان"

دیوانش قریب پانصد بیت بنظر در آمد (چمنستان شعراء ص ۵۵) قلمی

اصلاً و مطلقاً نہ لکہ احدے را از اشعار خود مطلع نمودند تا بہ نوشتن و خواندن چہ رسد
از انجا کہ ایں احقر بہ ایشاں محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں
اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان فارسی ترتیب دادہ و اشعار
متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب
ساختہ۔ طرفہ دیوانے مرقوم گردانیدہ اکثر ریختہ ہائے ضایع مثل دو بحر و نثر

۱۔ عارف علی خاں عاجز تخلص۔ دہ دوازدہ سال شدہ باشد کہ در شاہجہان آباد
تشریف داشت بندہ شعر او شنیدہ بودم از چندیں بہ سمت دکن رفتہ اکنوں از زبان
سید مذکور (عزلت) بوضوح می پیوندد کہ در برہان پور است دیگر حسب و نسبش اطلاع
ندارم زبانش بہ زبان اوباشاں است اکثر ریختہ در بحر کبیت می گوید (نکات الشعراء ۱۰۲)

۱۔ عارف علی خاں عاجز ریختہ را ہموار می گوید در ریختہ بنیاد می گذارند (تذکرہ گردیزی)

۳۔ عارف الدین خاں عاجز پہلوان شہ زور سخنوری و رستم معرکہ شعر و معنی پروری
نہنگ دریائے شیریں مقالی ضیغم نیستان رنگیں خیالی۔ شاعریست زبردست و معنی
آفرینیست صاحب قدرت زمین ہائے سنگلاخ ریختہ طرح می کند و قوافی تازہ و
دلچسپ بکار می برد۔ و ہیچ جا عاجز نمی ماند چنانچہ خود می گوید

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر پانا ہماری شوخی معنی کو ہے بکٹ

روزے در حیدرآباد با فقیر ملاقات کہ ملاقات اول ہموں بود دست داد اشعار
خود بسیار خواند گفتم کہ با وصف غلبت تخلص عجز (عاجز) از بہر چیست کہ شکر غالب

وچار بحر ردیف و نثر مرتب از دیوان مذکور معلوم خواہد گردید بالفعل ریختہ چند
ازاں بہ تحریر قلم می آید۔

عرق جب اس پری کے چہرۂ پر نور سیں ٹپکے — خجل ہو گل سیں شبنم جوں ہوا سورج سیں ٹپکے
اگر اس زلف مشک آمیز سیں چینی میں بال آوے — عجب نہیں عطر عنبر کاسہ فغفور سیں ٹپکے
مری آنکھوں سیں خونیں اشک ایسے ل گرتے ہیں پلک پر — لہو سولی کے اوپر جیوں سر منصور سیں ٹپکے
اگر کیفِ سخن میرا نہال تاک کو پہنچے — جراحی شاخ ہو جاوے شراب انگور سیں ٹپکے
بھروں جب آہ کا دم اپنے گلگوں پوش بن تجھ پر — دم اسرافیل کا لوہو ہو بانگ نشور سیں ٹپکے

ولہ

خوش زلفوں کے غم میں گلدام داغوں سیں دل بن گیا میرا موروں کی مانند
سینہ میں آہوں کے رشتے لپٹے ہیں میرے کالی کمند وں کی مانند
دل لالہ رویوں کے غم کی ضیافت کو جب سے قبولا ہے دم بخت ہو ہو
ہردم ہزاروں ہی داغوں کے قرصوں کو چپتا ہوں سینہ میں توروں کی مانند

افتادگی ز خاک بر آورد دانہ را — گردن کشی بہ خاک نشاند نشانہ را
اکثر اشعارش چہ از فارسی وچہ از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شدند
وکانیکہ ہر چہ بہ زبانی او شنیدہ بہ صفحہ قرطاس نوشتند باقی ماندند ورنہ او دماغ
تحریر مسودات خود ہمی دارد و طبع زاد خویش را نزد سامعان یاد می خواند بے شائبہ ریب
در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است۔ در بحر جھولنہ و کبت واشلوک و دیگر

ولہ

فلک کشش ہوا اس بار غم سیں چرخ کھا دوہرا — رہیگا تا قیامت میں ہمارے درد کا شہرا
لکھوں زہرہ جبین کے گال کی ذرہ اگر خوبی — کروں میں صفحہ خورشید پر یاقوت سیں ہیرا
لکھوں کیا خوبیاں وہ حسن عالم تاب کی عاجز — وہ رشک مہر کی روشن جبیں سیں ہوگیا ہیرا

ولہ

بغیر از وہ لب شیریں مجھے خوش ہیں شکر پارے — علاوہ فہم دل کہتا ہوں میٹھے ہوگئے ہیں سب کھارے
وہ گلرو کے لگا یا عنبریں زلفوں کے مالی نے — گلستان دل کے چمنوں میں گل شب بو کے کیارے
طبیب اٹھ جا سرہانے سیں علاج اب ہو چکا میر — جہاں میں کہیں بھی جیتے ہیں دوانے زلف کے مارے

ہیچ آتش زبانے در دکن نیست کہ با او مقابلہ برخیزد و کسے چرب بیانے درین مرز و بوم نیست کہ پیش او شورے برانگیزد۔ موزونان ایں سرزمین بہ دست شدہ بہ ناخن اتش از چشم گوش می گیرند و فصیحان ایں جا بہ حسن سمت خود از پا افتادہ خطر بر بینی می کشند۔ مورخ بے بدل است قصہ لعل و گوہر ۲ جلد با نصد بیت بہ نظر در آمدہ گوہر گرانبہائے معانی تازہ مرصع نمودہ ...... دیوان ریختہ اش کہ قریب یک ہزار بیت کمتر زیادہ است بہ نظر در آمد

(چمنستان شعر ۴۶۴)

۲۔ [illegible] الدین خاں عرف میرزا [illegible] متخلص اورنگ آبادی [illegible] الاصل است پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از ولایت بہ ہندوستان آمدہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بہ منصب سرافراز گردیدہ با خود داشت بعد از آنکہ پدرش وفات کرد و نیک [illegible] بود از آنجا کہ حضرت کریم و رحیم بندہ ہائے خود را [illegible]

وفا یک زلف میں کئی طائر دل کے بسیرے ہیں   دیے جیوں آشیاں ہر حلقہ جعد معنبر ہو

ولہ

دو جہاں کو ترک کر اک دلربا کے واسطے   اب خودی میں باز آئے دل خدا کے واسطے

گھر سے جامہ کے ہوں میں بند کھیسے میں پھنسا   دل کی گھنڈی بن کے ہیں تیری قبا کے واسطے

بل گئے بلدار چہرہ پر ترے عاشق کے دل   پیچ میں ہم کو لپیٹا کس خطا کے واسطے

سرخروی ہو مجھے تا دستگیری میں تری   خوں مرا پامال کر رنگ حنا کے واسطے

مختصر دل خاکساری سے قبولیں پھر وصل   خاک رہ میں ہو رہا کس نقش پا کے واسطے

خال و خط نے ہو کی مجھ دل میں بکالا ہی دلوا   تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے

نہ لگا خوبی کو اپنی بے وفائی کا کلنک   مت وفا سے ترک کر ملنا خدا کے واسطے

۱۔ وفا شاعریست خوش گو (چمنستان شعرا ص ۱۱۳)

۲۔ آقا امین ایلچ پوری متخلص وفا پدرش حکیم محمد تقی خاں در عمل صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علی خاں بہ امارت رسیدہ بہ عالم بقا رفت بعد فوت پدر را تلاش منصب جاگیر کردہ در بلدہ ایلچ پور صوبہ برار ...... یافت و چند بہ حکام انجا قانع و خورسند است بہ علم عربی و حدیث و فقہ آشنا است طبع نظم و نثر دارد در بلدہ ایلچ پور روضہ منورہ کہ حضرت شاہ عبد الرحمان با علو شان است ہر سال عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنائی چراغاں بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغاں فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

عزلت

ہم دریں زمین شاہ عبد ولی سورتی کہ فضل و بلاغت و کمال ایشاں از تحریر و تقریر بیرون است، ریختہ پر مضمون و موزون نمودہ و در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ۔ چند گاہ با نواب مرحوم ہم صحبت بودند۔ محاسن را می تراشیدند۔ ہیچ احدے از فضلا و علما نمی توانست.

۱۔ سید عبد الولی سلمہ اللہ عزلت تخلص از سورت اند، خلف الصدق حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ سورتی کہ مستند عالمگیر بودند، درویش وضع عالم فاضل بزرگ متوکل مشق شعر فارسی ہم کردہ اند لیکن مزاج او شان میلان بہ ریختہ بسیار دارد تازہ وارد ہندوستان کہ عبارت از شاہجہاں آباد است شدہ اند نسبت تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیب کلام شان واضح می گردد کہ بہرہ بسیار از دردمندی دارند و با ایں ہمہ کمال ایں قدر وسعت مشرب بہم رسانیدہ اند کہ در ہر رنگ چوں آب آمیزند با فقیر جوشش ہا می کنند۔ مرد با استقامت اند۔ خدا ایشاں را سلامت دارد (نکات الشعراص ۹۷)

۲۔ صاحب طرح والا فطرت حضرت سید عبد الولی عزلت پسر حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ بہ تصفیہ ظاہر و باطن مجلی است و بہ دریافت کسبی و وہبی مجلی۔ اصلش از ناموره بریلی است۔ و مولد و منشا ءاش سورت، کتب متداولہ

[illegible]

کہ بہ بحث علم مقابل ایشاں دم نزند۔ غرض ہمچو شخص را از جملہ مغتنمات زمانہ باید دانست۔ در محافل امرا معزز و مکرم اند۔ چند ریختہ ایشاں منسلک قلم می شود۔

جل ہوا کا جل کس بین کی طوطیا کے واسطے   خوں ہوا کس کے ہاتھوں کی حنا کے واسطے
بیں ہر ا مجنوں لباسی لیک دست گردباد   دامن و چولی ہیں سودا کی قبا کے واسطے

کسے است۔ خداش سلامت دارد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ عزلت میر عبدالولی نام، متوطن سورت، مردے فاضل و عالم۔ از نبایر حقیقت آگاہ شاہ عزیز اللہ سورتی است۔ باوجود آبادی ظاہر بہ تعمیر باطن مشغول است در عہد سلطنت مرزا احمد بہ دارالخلافت تشریف داشت شاعر دوستی در مزاج او بہ مرتبہ بود بلکہ برائے مناسبت ایں طایفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد (مخزن نکات ص ۶۵)

۴۔ سید عبدالولی عزلت فرازندۂ سخنوری و سخندانی طرازندۂ بساط معنی پروری و شیریں بیانی جو ہر مرات سخنہائے برجستہ فروغ شمع مضامین شستہ۔ مجلس آرائے بزم نکات رنگیں، انجمن پیرائے خیالات متین۔ ساقی شراب جادو مقالی جرعہ چشش رحیق نازک خیالی۔ عندلیبے است ہزار داستان و طوطی است شکر بیان۔ سرو یست از باغستان خیال و تدرویست از کوہستان کمال۔ ضمیر صفا پذیرش جامے است جہاں نما و فکر سریع السیرش ماہتابے است آسمان پیما سخن رنگینش مرہم بخش دلہائے حزیں معانی شیرینش مونس اشخاص غمگیں

دیکھتا ہوں جمع کر خاطر پریشانی کی راہ ۔۔۔ کر رہا ہوں کس کے کوچے کی صبا کے واسطے
اس عرق ریزاں ذقن کی چاہ کا ہوں میں غریق ۔۔۔ سیب کا شربت ہے یہ میری دوا کے واسطے
نالہ کش تھا دل ہوا ناگہ خموش آیا ہے کون ۔۔۔ چپ رہا سننے کو کس آواز پا کے واسطے
شور بلبل سن عدم کے خواب میں جاگیں گے لوگ ۔۔۔ مت و ہر دو گل کسی کی قبر اوپر خدا کے واسطے

شعر فارسیش گوہریست آبدار و نظم ریختہ اش لولوئیست شاہوار۔ نکات رنگیں بہ یمن انفاس مسیحا ئیش زندہ و خیالات شیرینش بر طبع چالاکش نازندہ۔ در مصوری قدرتے دارد کہ مانی و بہزاد پیش او مانند پیکر تصویر در بند حیرت می مانند۔ در موسیقی دستگیت دستے دارد کہ صاحب کمالان این فن بتماشش دست بگوش می گذارند۔ در علم دوہرہ و کبت دریائیست مواج و بحریست متلاطم۔ شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد و سخن گوئی دل فروزش روح تازہ عطا می کند۔ میرزا صائب علیہ الرحمہ قبل ازیں چندسال در حق آں جناب می فرماید و حرف ولایت تصفیہ باطن را بایں حسن وجہ ادا می نماید

"دریں زماں کہ عقیم است جملہ صحبت ہا ۔۔۔ کنارہ گیر و غنیمت شمار عزلت را"

راقم سطور ہرگاہ کہ بہ حیدرآباد رفت ربط از آں جناب پیدا کرد۔ چنانچہ ہر روز بلاناغہ بخدمت می رسید و آں جناب ہم اکثر گاہ بہ غریب خانہ قدم رنجہ می فرمودند۔ فقیر سوال (؟) بہ انعام آں جناب بہ دستخط نواب صلابت جنگ بہادر رسانیدہ بہ نظر انوار گذرانید۔ الحال سلسلہ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است۔ کلیات ہمہ بیت چار دہ ہزار خواہد بود۔ کلیات ریختہ اش کہ قریب دو ہزار بیت است مع قوافی کہ در جواب دیوان گفتہ و رباعیات و بارہ ماسی (.....) و جھولنا و کبت و دوہا

مبتدی اور منتہی کو بس ہے وحدت کی خبر
ہر دو عالم ہے خبر یک مبتدا کے واسطے
شل عزلت باب عرفاں خود بخود تجھ پر کھلے
دل کو جیوں آئینہ روشن کر خدا کے واسطے

ولہ

میں وہ مجنوں ہوں کہ آباد نہ اجڑا سمجھوں
مشت خاک اپنی اڑا کر اسے صحرا سمجھوں
شعلہ ساں محو ہوں ان شعلہ قدوں کے اوپر
میں نہ جلنے کو ہی جانوں نہ تماشا سمجھوں

وجولے کہ دراں نرگس تخلص می کند بہ نظر درآمد (چمنستان شعرا ص ۲۴۵)

۵۔ سید عبدالولی عزلت تخلص خلف سید سعد اللہ درویش سورتی جامع اقسام فضایل است بلا قید مشرب دارد۔ ریش و بروت تراشیدہ بہ وضع رندان می باشد از فہم عالی اشعار فارسی و ہندی خوب می فرماید در علم حقایق و معارف بحر مواج است دیوانے ترتیب دادہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ سید عبدالولی عزلت .... با وصف فضیلت اطوار و اقوالش خالی از سبکی و ہزالی نہ بود۔ در زمان دولت نواب محمد علی وردی خاں مہابت جنگ مغفور وارد مرشد آباد و مورد مہربانی نواب مذکور گردید و بعد انتقال نواب بہ دکھن رفت۔ اشعارش مدون بہ نظر ایں خاکسار درآمد (گلزار ابراہیم قلمی)

۷۔ عزلت میر عبدالولی بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گزارش یافتہ از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خواندہ و در معقولات حصے خوب بہم رسانیدہ فقیر را بعد مراجعت از زیارت بیت اللہ در بندر سورت ملاقات شد او را اتفاق افتادہ خوش صحبت است موسیقی ہندی خوب میداند۔ مشار الیہ از اشتیاق شہر شاہجہاں آباد در حرکت آمد و از بندر سورت روانہ شدہ بعد از طے عرض راہ ہشتم جمادی الاول سنہ اربع و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۴ھ) داخل آں بلدہ واحدہ شدہ تا وقت [illegible] ...

کتابیات

۱ نکات الشعرا از میر تقی مطبوعہ انجمن ترقی اردو
۲ تذکرہ فتح علی گردیزی قلمی
۳ مخزن نکات از قائم چاندپوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو
۴ چمنستان شعرا از لچھمی نارائن شفیق "
۵ گلزار ابراہیم از علی ابراہیم خاں خلیل قلمی
۶ تحفۃ الشعرا از ابراہیم بیگ قاقشال "
۷ سرو آزاد از علامہ آزاد بلگرامی مطبوعہ

اشاریہ

الف

ب

پ

ت

ث

ح